۷۸۶

حضرت والا ماجد بقراط وقت و لقمان الملک شیخ الرئیس ثانی حکیم عبد الوہاب صاحب انصاری

مجمل حالات زندگی

از

فقیر دعاگو حکیم عبد الغنی انصاری خسروشنا نظامی

مہتمم دواخانہ سرکار عالی

باہتمام

عہدی آرٹ پریس

۷۸۶

حضرت قطب وقت والد ماجد قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے سانحہ ارتحال پر جابجا جلسہ ہائے تعزیتی منعقد کئے گئے جن میں زیادہ قابل ذکر جمعیت اطباء حیدرآباد دکن کی جانب سے جلسہ تعزیتی تھا جو عالیجناب ناظم صاحب طبابت یونانی حکیم مولوی مقصود علیخاں صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا جس میں تمام حیدرآباد کے سربرآوردہ اطباء اور وید لوگوں نے شرکت کی تھی۔ تقریباً ڈھائی سو سے زاید شعرائے نامدار نے قطعات تاریخی وغیرہ کہے سب کا شایع ہوسکنا اسوقت دشوار ہے۔ اس میں سے صرف دو بوجہ عدم گنجائش پیش کئے جاتے ہیں حکیم الشعراء سعدی ثانی مولانا امجد صاحب کا فرمودہ قطعہ یہ ہے

لقمانِ زمن حکیم عبدالوہاب — یعنی حکمت مآب امام الحکمہ
زیں خاک بسوئے عرش اعلیٰ — رفتہ والا جناب امام الحکمہ

۱۳۶۰ھ

دوسرا مادہ تاریخ حضرت کے شاگرد رشید مولوی حکیم عبدالجبار صاحب جبار کا یہ ہے۔

رجع ولی صالح عبدالوہاب الی ربہ مبشراً

۱۳۶۰ھ

۷۸۶

حضرت ظل اللہ جہاں پناہ امیر المومنین و محبوب المسلمین سلطان العلوم والحکمت نے کمال عطوفت خسروانہ سے والد ماجد قبلہ کے سانحۂ ارتحال کے متعلق صبح دکن میں جو حسب ذیل قطعہ تاریخ مرحمت فرمایا۔ اس پر ہمارا تمام خاندان نسلاً بعد نسلٍ جس قدر بھی فخر و ناز کرے وہ کم ہے۔

انتقال حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری دہلوی

ما حکیم موصوف را خوب می دانستیم کہ او فی الحقیقت در فن طب ید طولیٰ می داشت۔ و ہم محدث و زاہد و متقی بود بخصوص در فن نباحی مشہور بود بہ ہر حال بزبان ماست

(مادہ تاریخ رحلت)

بہ دار طب علی سینا رسیدہ — ہماں جائیکہ نابینا رسیدہ
مریضان این بغم گفتند عثمان — چہ ماتم بہ بینا اے وا رسیدہ

۱۰۴۲

(درمیان)

۱۹۴۱ء

رائے استاد جلیل { یہ لاجواب مادہ تاریخ نکلا ہے حکیم صاحب کے خاندان کو اس پر ناز کرنا چاہیے۔



شیخ الرئیس ثانی علامہ لقمان الملک علیہ رحمۃ

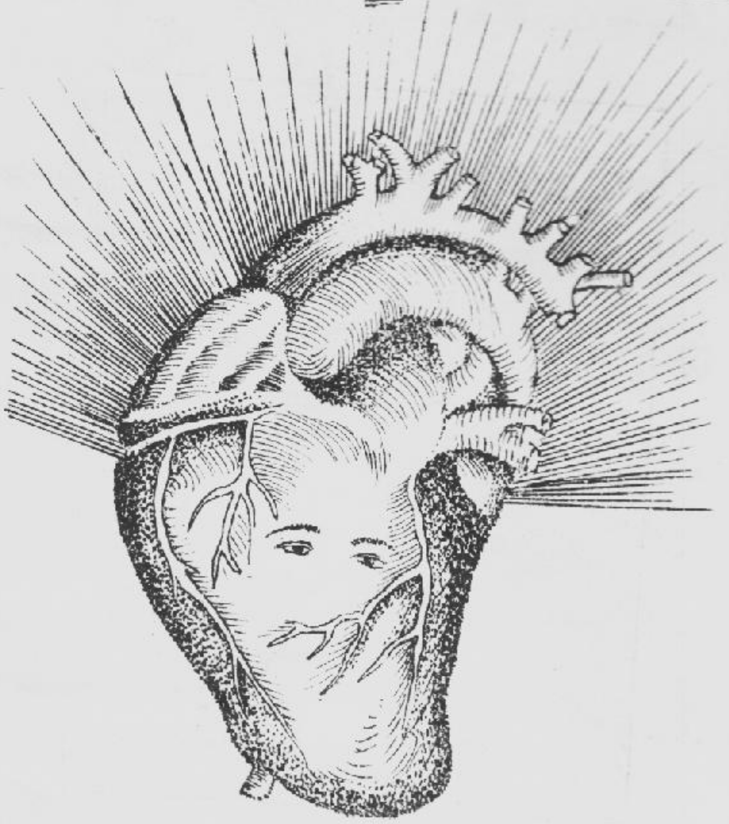
مرثیہ والد ماجد محترم الحاج مولانا حکیم حافظ عبدالوہاب صاحب انصاری

(نوراللہ مرقدہٗ)

مرثیہ

فرمودۂ عم محترم نواب اصغر یار جنگ بہادر افسر سابق رکن عدالت العالیہ

کیوں سیاہ پوش ایک عالم ہے / کس کا حضرت مسیح کو غم ہے
سانحہ آج کوئی پیش آیا / ہلتی زنجیر عرش اعظم ہے
درسگاہ حدیث و مکتب طب / آج عبرت سرائے ماتم ہے
ذکر قال الرسول و قال اللہ / کیوں یہ موقوف آج یکدم ہے
سینہ کوبی ہے نوحہ خوانی بھی / آج دہلی مقام ماتم ہے
ہوگیا آفتاب ہند غروب / سرنگوں علم طب کا پرچم ہے
اک اندھیرا جہاں پہ ہے چھایا / پھیلی تاریکیٔ شب غم ہے
گل گلستاں میں ہے گریباں چاک / روتی کیوں زار زار شبنم ہے



"دیدۂ نابینا و دل چوں آفتاب"

آج ہے نوحہ خواں امیر و غریب — سر تسلیم اور رضا خم ہے
اک قیامت ہے چار سو برپا — خوں فشاں اپنی چشم پرنم ہے
آفتاب سپہر مہر و وفا — ڈوبا بحر فنا میں اکدم ہے
اٹھ گیا اس جہان فانی سے — مجلس طب کا صدر اعظم ہے
ہو گیا آج داخل فردوس — جو حبیب نبی اکرم ہے
چومتے ہیں فرشتے تربت کو — تاج فرق نبی آدم ہے
نہ وہ خاک شفا کی حرمت ہے — نہ وہ تکریم آب زمزم ہے
درس طب قرأت کلام مجید — آج درہم ہے اور برہم ہے
وہ تلاوت درود کی نہ رہی — سب کا یہ واقعہ مسلم ہے
اب نہ ورد زبان ہے حزب البحر — نہ وہ تفسیر سورۂ عم ہے
آج شیرازۂ کتاب و حدیث — تند باد فنا سے برہم ہے
ہے رواں سوئے کاروان عدم — فخر عیسائے ابن مریم ہے

جسکو لے جاتے ہیں سوئے گنگوہ — فن طب کا امام اعظم ہے
فخر لقمان و بو علی سینا — غم عالم سے آج بے غم ہے
بند ہے ادویات کی تقسیم — آج دار الشفا میں ماتم ہے
رات اب رات ہے قیامت کی — روز عاشورۂ محرم ہے
زہر ہے آج حب مروارید — اور آب حیات بھی سم ہے
درد فرقت کی ٹیس ہے دلمیں — میری رگ رگ میں نشتر غم ہے
ہدف ناوک ستم ہے جگر — قلب مضطر میں درد پیہم ہے
درد دل کی دوا نہیں ملتی — نہ وہ زخم جگر کا مرہم ہے
بھائی کو بھائی کی جدائی کا — دمبدم رنج و غم ہے ماتم ہے
اس محدث فقیہ اور حکیم — حافظ عبد الوہاب کا غم ہے
پاک دل پاک ذات پاک صفات — جتنی تعریف کیجئے کم ہے
نبض پر ہاتھ رکھ کے کہنا تھا — کس مرض کا مریض کو غم ہے

اہلِ دل۔ اہلِ علم۔ اہلِ کمال
آج اک اک شریکِ ماتم ہے

کہدو لیتے رہیں مریضوں سے
اسکا نام ایک اسم اعظم ہے

زندگی زندگی نہیں اصغر
شام غم ہے تو صبح ماتم ہے

نہ رہا میری عمر بھر کا رفیق
یار غمخوار ہے نہ ہمدم ہے

ہائے کس سے کہوں فسانہ ہجر
رازداں کوئی ہے نہ محرم ہے

روز رونا ہے آج کا رونا
جب تک اس جسم زار میں دم ہے

درد فرقت سہا نہیں جاتا
قصہ غم کہا نہیں جاتا

تمت

۷۸۶
۹۲

حضرت والد ماجد قبلہ شیخ الرئیس ثانی علامہ لقمان الملک حکیم عبد الوہاب صاحب انصاری

حکیم عبد الوہاب صاحب انصاری ایک ایسے عظیم المرتبت خاندان عالی انصاری کے فرد فرید تھے جس کا سلسلہ مشہور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اور جن کے اجداد عالی میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری ہیں۔ جنکی مناجات قرن ہا قرن سے مقبول عام و خاص ہے۔ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت یوسف انصاری سالار مسعود غازی شہید کے ہمراہ جہاد فرماتے ہوئے ہندوستان آئے سید سالار نے تو اپنے جد پاک حضرت سیدنا حسین شہید مظلوم کربلا کی اس سنت کو ادا کرنے کے لئے کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" جام شہادت بہرائچ میں نوش فرما لیا۔ اور ہمارے مورث اعلیٰ محمد یوسف صاحب انصاری نے بنارس کے قرب و جوار میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد عظیم فرمایا۔ اور اپنے امیر الجیش سید محترم کی یاد میں شہر غازی پور بسایا۔ جس کے قرب و جوار کی زمینات آپ کو بطور جاگیر عطا ہوئیں۔ جہاں آپ نے ہم لوگوں کا وطن مالوف یوسف پور آباد کیا۔

آپ کے بعد انقلابات سلطنت کے باوجود یہ غازیان مجاہدین

فی سبیل اللہ و عسکر رسول اللہ انصاریوں کا خاندان عالی ہمیشہ از ہمیش مورد نوازشات و عطوفات شاہان اسلام رہا گیا۔ حتیٰ کہ جب تاریخ ہند نے ایک کروٹ لی اور بابر نے خاندان مغلیہ کے شوکت و جلال کا پرچم قلب ہندوستان میں گاڑھ دیا تو ہمایون بادشاہ کے زمانہ سے لیکر آخر عہد سلطنت مغلیہ تک بجلدوئے خدمات جلیلہ اس خاندان جلیل کے افراد نے جاگیرات اور ہفت ہزاری مناصب تک پائے چنانچہ شیخ شہاب الدین صاحب انصاری جو والد ماجد قبلہ سے صرف چار پشت پہلے گذرے ہیں بعہد سلطنت شاہ عالم غازی ہفت ہزاری منصب پر فائز تھے۔

یکایک طوفان انقلاب شمالی ہند کے ساحل سے شروع ہوا۔ اور سلطنت انگلیشہ کے جاہ و جلال کا سورج سمت مغرب سے طلوع ہونا شروع ہوگیا۔ بکسر کی مشہور تاریخی جنگ میں جس میں کہ ہندوستان کی قسمت کا حقیقی فیصلہ ہوگیا تھا۔ شیخ شہاب الدین احمد صاحب ہفت ہزاری کے مشہور مایہ ناز رسالہ نے اس قدر زبردست حصہ لیا کہ سارے رسالہ نے جو پشت ہا پشت سے نمک پروردہ سلاطین مغلیہ تھا۔ حق نمک کو ادا کرنے میدان کارزار کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا اور تقریباً جب سوار اور فوج بہ استثناء چند میدان جنگ میں کٹ کر ختم ہوگئے۔ مگر افسوس کہ نواب وزیرادوہ صاحب کی روش نے فتح کو بدترین شکست سے بدل دیا۔

بہر حال یہ داستان ماضی ہے۔ تذکرہ تو حضرت والد محترم علامہ لقمان الملک کا تھا۔ آپ ہنگامہ غدر سے دو سال بعد تولد ہوئے۔

آپ کے والد ماجد سیاح عالم اسلام حضرت شیخ عبدالرحمان صاحب انصاری رئیس یوسف پور اپنے ہمعصروں میں باعتبار کمال و علم و فضل درویشی نہایت درجہ ممتاز افراد میں شمار ہوتے تھے۔ والد ماجد حضرت علامہ کے تولد کے بعد ہی ایک مجذوب عارف کمال لکڑ شاہ صاحب نے جو اس مقام کے قطب وقت سمجھے جاتے تھے اور بے شمار تصرفات خوارق عادات حضرت سے مشاہدہ ہوتے رہتے تھے۔ بڑی خوشی و خرمی کا اظہار کیا اور حضرت علامہ کا تقریباً تمام اوائل طفلی نہ صرف حضرت قطب وقت کی ہر لمحہ توجہات روحانی میں بسر ہوا۔ بلکہ جسمانی طور پر بھی آپ والد ماجد قبلہ کو اپنے کندھے پر بٹھا کر نہایت درجہ محبت سے کبھی بلند مقام یا دیوار پر بٹھلا دیتے اور خوشی سے تالیاں بجا کر فرماتے کہ "بادشاہ ہے رے۔ بادشاہ ہے۔ یہ بادشاہ ہے" کبھی عالم جذب میں والد ماجد قبلہ کے گورے جسم کو کوئلہ کے پر اسرار لکیریں کھینچ کھینچ کر یہ فرماتے ہوئے کالا کر دیتے کہ روم روم میں علم بھرا ہے۔ یہ علم کا دریا ہے، سمندر ہے اس کے بال بال میں علم بھر دیا ہوں۔

بہر حال چونکہ ایسی عظیم الشان و عظیم المرتبت ہستیاں صدیوں ہی میں جا کر کہیں مرضی باری سے ملکوں و قوموں میں نمودار ہوتی ہیں۔ جن کے نفوس قدسیہ کی برکات جن کے فضل کی بارگاہ کی سربلندیاں علوم و فنون میں تجدد کاملہ کی روح پھونک دیا کرتی ہیں۔ اس لئے ایسے فرد فرید اشخاص اپنے ساتھ ذرا غیر معمولی کیفیات بھی لایا کرتے ہیں۔ فوق العادت حالات رکھتے ہیں۔ حضرت والد ماجد قبلہ میں بچپن ہی سے

بہت ساری باتیں عام عادت کے خلاف تھیں آپ کا کاسۂ سر
وگوش مبارک اوائل طفلی سے غیر معمولی بڑا تھا۔ بجائے بچوں کے ساتھ
کھیلنے کے آپ ویران مقامات آثار قدیمہ اپنے اجداد محترم کے بڑے
بڑے ویران کوشک و محلات کا گشت لگایا کرتے۔ ہر چیز کی تاریخ معلوم
کرتے، ہر وقت غیر معمولی غور و فکر میں رہتے دس سال کی عمر میں آپ نے
قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ادراک۔ شعور۔ تمام حواس ظاہری۔ و باطنی قدرت
نے خاص اپنے عطاء سے غیر معمولی دیئے تھے۔ اسی لئے حافظہ کا یہ عالم
تھا کہ جو چیز ایک بار دیکھی یا سنی وہ بالکل نقش کالحجر ہو چکی جس کا بھولنا
ممکن نہ تھا حفظ قرآن کے بعد سر سید احمد خاں کے مشہور استاد علامہ
زماں مولانا عنایت رسول صاحب چریاکوٹی و علامہ مولوی فاروق صاحب
استاد مولانا شبلی جیسے فضلاء عصر نے والد ماجد قبلہ کو فارسی اور عربی کی
ابتدائی کتابیں پڑھائیں بعد ازاں آپ مدرسۃ العلوم دیوبند کے اوس
دور اول میں جاکر تکمیل تعلیم کے لئے شریک ہو گئے۔ جبکہ مدرسہ کی بناء کو
تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا سند فضیلت ملنے میں صرف دو سال ہی رہ گئے
تھے۔ دوران تعطیلات رمضان المبارک میں آپ وطن مالوف یوسف پور
آئے ہوئے تھے کہ شدید چیچک نکلی اور دونوں آنکھوں پر پردہ آگیا، اسوقت
آپ کا سن (۱۹) سال کا تھا۔ آپ نے اس حادثہ عظیم و جانکاہ کو جس نے
عین عالم شباب میں دنیا اندھیر کر دی تھی خانوادۂ درویشاں علماء
و فضلاء کے چشم و چراغ ہونیکے باعث اور اس لئے کہ خود کملاء عصر کے
صحبت یافتہ تھے۔ کمال صبر و شکر سے انگیز فرمایا اور دوسرے ماتم کنان

اعزاء کو یہ فرما کر تسلی دیدی خداوند تعالیٰ کا لاکھہ۔ لاکھہ شکر و احسان ہے
کہ اس واہب العطیّات نے مجھے بچپن ہی سے ایسا غیر معمولی ذہن
اور حافظہ مرحمت فرمایا ہے کہ مجھے آنکھوں کی چنداں ضرورت ہی نہ
رہی۔ میں انشاء اللہ اسی معذوری میں کسب کمال کر کے دکھلادونگا
کہ خاندان عالیہ انصار کی پُر افتخار روایات خاندانی برقرار ہی نہ رہیں گی
بلکہ خاندان کا نام انشاء اللہ المستعان روشن تر ہو جائیگا۔
چنانچہ آپ نے مدرسۃ العلوم دیوبند جاکر تمام علوم معقول و
منقول کی بتمامہ تکمیل کی حتیٰ کہ ریاضی ہندسہ اور ہیئت جیسے نازک
علوم و فنون جن کا حصول بغیر بینائی کے ایک محیر العقول شے ہے آپ
نے حاصل فرمائے۔ آپکے اساتذہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس
اول مدرسہ دیوبند نے آپ کو سند فضیلت ملنے کے بعد فرمایا کہ
آپ کے جد اعلیٰ حضرت عبداللہ انصاری چار لاکھ احادیث کے
حافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بہتر حافظہ دیا ہے کہ تمام علوم
و فنون کتب درسیہ سب آپکے سینہ میں لفظ بہ لفظ نقش کالحجر ہیں اسلئے
آپ صحاح ستّہ کے علاوہ سنون کبیر بیہقی۔ صحاح ستہ وغیرہ تمام و
کمال کو حفظ کر ڈالیے آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل کی اور سنون کبیر
بیہقی۔ صحاح ستّہ وغیرہ تمام و کمال کتب صحیح احادیث کو حفظ کر ڈالا
اسی لئے شاید تمام عالم اسلام میں قطع نظر آپ کے اور عدیم النظیر
کمالات کے اس امر خاص میں بھی اغلب ہے کہ آپ منفرد ہی تھے کہ
آپ حافظ احادیث سرور عالمین صلعم تھے جس عالم اسلام میں کہ لاکھوں

حافظِ قرآن حکیم موجود ہیں۔ آپ کی ذات حافظِ احادیث بھی بفضلِ باری سے فیض بخشی کر رہی تھی۔

ذکر ہے آج سے نصف صدی پہلے کا ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والا انگریز متشرق ڈاکٹر رابرٹ بنس نامی جس کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف تھا۔ اور خود عربی کا فاضل تھا۔ اور غدر دہلی کے انقلاب میں ایک مسلمان درویش کی شکل بنا کر محفوظ رہ گیا اور پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ سے منسلک تھا۔ خصوصیت سے مدرسہ دیوبند پہنچ گیا۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ مدرسہ میں تعلیم کس نوع سے دی جاتی ہے اور مسئلہ جہاد میں انکا کیا مسلک ہے۔ اُس نے وہاں کے جو تاثرات ہندوستان کے انگریزی اخبارات اور پھر لنڈن ٹائمس میں اوس زمانہ میں شائع کئے تھے۔ اوس کے ایک خاص جز کا ترجمہ بجنسہ یہ ہے۔

"آج میری زندگی کا ایک عجیب دن ہے۔ مدرسہ علوم دیوبند میں آئے ہوئے مجھے ایک رات گزری ہے اور میں نے جب دن کی روشنی میں بعض مدرسہ کے ارباب حل و عقد کے ہمراہ تفصیلی معائنہ شروع کیا تو دوران گشت میں مَیں نے مدرسہ کے صحن میں دیکھا کہ جاڑے کی خوشگوار دھوپ میں سبزہ کے مخملیں فرش پر پالتھی مارے ہوئے ایک استاد بیٹھا ہوا ہے جس کے سامنے ایک ہموار لکڑی کے تختہ پر باریک ریت بچھی ہوئی ہے اوس استاد کے اطراف حلقہ بنائے ہوئے شاگردوں کی جماعت بڑی انہماک سے استاد کی تقریر کو سن رہی ہے۔ میں قریب گیا میں نے دیکھا کہ استاد نے اپنے انگشت شہادت سے ریت پر

چند نہایت صحیح اشکال اقلیدسی بنائے ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا۔ بغیر کسی اوزار کی مدد کے تمام خطوط و دوائر حیرت انگیز طور پر صحیح تھے۔ استاد نے اشکال کی طرف شاگردوں کو متوجہ کر کے وضاحت سے اقلیدس کو سمجھانا شروع کر دیا۔ میں نے ایسی عالمانہ شستہ مطالب پر عبور کامل رکھنے والی توضیحی تقریر کم سنی تھی۔ مگر میں نے اپنی زندگی میں جو سب سے زیادہ عجیب وغریب چیز تمام دوران سیاحت عالم میں دیکھی ہے تو وہ یہ تھا کہ یہ فاضل علامہ جو شاگردوں کو اقلیدس سکھلا رہا تھا بینائی سے معذور تھا۔ حیرانی نے اس شدت سے مجھ پر غلبہ کیا کہ کمال شوق سے ساتھ والوں کو منع کر کے کہ وہ استاد کے شغل درس میں میرے آنے کی اطلاع کر کے دخل نہ دیں چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔ اپنا درس ختم کر کے استاد نے کہا کہ آپ لوگ جائیے اب حدیث شریف کا درس ہوگا۔ حدیث کی جماعت کو بھیج دیجئے۔ حدیث کی جماعت نے جو اقلیدس سیکھنے والوں سے بہت زیادہ تھی استاد کے گرد حلقہ کر لیا۔ مجھے بھی چونکہ احادیث سے دلچسپی ہے اور اون کا وسیع مطالعہ کیا ہے۔ اسلئے بغور تقریر کو سننے لگا۔ اب آنکھوں سے معذور نابینا علامہ و محدث نے ایک حدیث صحیح روایت کر کے اوس پر جو تقریر شروع کی تو میں نے اندازہ کر لیا کہ یہ شخص محقق علامہ بے بدل ہیں۔ اس جوانی کے سن میں باوجود معذوری اونہوں نے جو کسب کمال کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ میرا یقین ہے کہ یہ شخص کسی بھی ماحول میں رہ کر اپنے کمال کی روشنی پھیلائیگا اور دنیا کے اکابر رجال میں سے ہوگا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ان کا نام عبدالوہاب انصاری ہے اونہوں نے دو سال ہوئے کہ سند فضیلت

مولوی کامل کی پاکر اپنے شوق سے اعزازی طور پر اپنے مادر علمی مدرسہ
مدرسۃ العلوم دیوبند کی خدمت درس و تدریس کی شکل میں کر رہے ہیں اور دو
ہی سال میں ان کے شاگردوں کا مجمع بیحد بڑھتا جا رہا ہے۔ اور دور دور سے
لوگ جوق در جوق آکر انکے حلقہ درس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خدمت تعلیمی
بھی جاری ہے کہ تفسیر کبیر کا نہایت مبسوط حاشیہ عربی میں قلمبند کروا چکے ہیں
جس میں امام رازی کے ان تمام اعتراضات کا جو احناف پر کئے ہیں مسکت
جواب دیا گیا ہے۔ ان کو اپنے آبائی فن طب میں خصوصاً اس درجہ محققانہ عبور
حاصل ہے اور ایسی دریافتیں وہ اس فن میں کر رہے ہیں کہ ایک زمانہ میں تمام دنیا
ان کا لوہا مان جائیگی۔ اور کہہ اوٹھیگی کہ اونہوں نے واقعی تجدید فن کیا ہے۔

آپ کی بیعت

مدرسۃ العلوم کے دوران تعلیم میں آپ نے خاندان
عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے شیخ حضرت اخوند شاہ
عبد العزیز سے بیعت کی اور آپ کے وصال کے بعد آپ حضرت مولانا رشید احمد صاحب
گنگوہی سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں طالب ہو کر کمال سلوک کو پہنچے۔ راہ سلوک
میں اپنے شیخ سے جس کمال درجہ کا عشق اور والہانہ محبت ہو گئی۔ اس سرعت سے
شیخ کامل کی توجہات ایک آن میں طے مراحل کرا دیں۔ آپ کو جو اپنے شیخ
سے عشق تھا اوسکی ایک ادنا حکایت مدعیان رہ نوردان بادیہ
محبت والفت کے لئے مشعل راہ ہے۔ والد ماجد کا معمول تھا کہ جمعرات
کے دن نماز عصر پڑھکر مدرسہ دیوبند سے گنگوہ شریف اپنے پیر و مرشد
کے خدمت مبارک میں جانے کے لئے باوجود نابینائی کے اکیلے پیدل
چل دیتے۔ گنگوہ شریف کا فاصلہ دیوبند سے تیس میل سے کم نہ ہوگا۔ اور

تقریباً راستہ کا بڑا حصہ اس زمانہ میں ویرانہ اور جنگل سے بھرا ہوا تھا۔
راستہ میں مغرب پڑھکر پھر روانہ ہو جاتے اور جب رات زیادہ ہو جاتی
تو کسی درخت کے نیچے نماز عشاء پڑھکر آپ فرش زمین پر ایک چوکی جس کا
نقشہ آپ نے خود بناکر بڑھئی سے اس کے مطابق تیار کروایا تھا۔ جو تہہ
ہو کر بہت مختصر ہو جاتی تھی آپ کے ساتھ ہوتی تھی آپ بچھا لیتے تھے۔
اور اوس پر استراحت کرتے۔ بعض اوقات آپ فرماتے تھے کہ قریب
سے شیر کے ڈھارنے کی آواز آتی تو دوسرے صحرائی جانور پاس سے گذر جاتے
گھنے جنگل میں حشرات الارض کی کیا کمی مگر کبھی کسی چیز نے آپ کو کوئی اذیت
نہ پہنچائی۔ ایک تو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں "ثم رددناہ اسفل سافلین"
کا مصداق ناشکر انسان ہی ہے جو اپنے ہمجنس کو اور اپنے نوع کو ہمیشہ
بلا وجہ اذیت پہنچاتا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی دوسری مخلوق ایک طالب
صادق کو جو جذبہ وارفتگی محبت کا لئے کر اپنے شیخ سے فیضان کے لئے
گامزن ہے۔ کیسے تکلیف و گزند پہنچا سکتی ہے۔ سچ ہے۔ شعر

ہیچ برگ برنہ افتد از درخت
بے قضاء حکم آں سلطاں تخت

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ ایک عارف کامل کا سب اکمل ایک شاغل
مکمل اور شہباز بلند پرواز معرفت و حقیقت تھا یہ اگلے وقتوں کی باتیں
ہیں۔ یہ صدیوں پہلے کی بھولی بسری کہانیاں ہیں۔ کہ طالبان حق جل شانہ
ایسے پختہ کار ہوتے تھے کہ دشت پُر بلا میں مردانہ وار گھس پڑتے تھے۔ مگر
اس زمانہ میں اس بھاپ بجلی ریل گاڑی کے زمانہ میں جبکہ سفر کی کلفتیں

خواب و خیال ہوگئی ہیں ایسی ہمت عالی ایسے ہی افراد میں پائی جاتی ہے جن کو فضل رب جلیل نے اپنی مخلوق کی فائدہ رسانی کے لئے مامور فرمایا ہے بہرحال بات کیا تھی میں کدھر چلا گیا۔ آمدم برسر مطلب۔ پچھلی رات کو آپ بیدار ہوتے ہمراہ ایک لوٹا پانی کا بھرا ہوا بھی رہتا اوس سے وضو کر کے اور تہجد پڑھکر پو پھٹنے سے پہلے روانہ ہو جاتے اور دن نکلتے خدمت شیخ میں پہونچ جاتے جمعہ پڑھکر اسی طرح پیدل دیوبند واپسی ہوتی۔ حضرت شیخ کو بھی والد ماجد جیسے طالب صادق سے ایسی الفت تھی کہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے عاشق حکیم عبدالوہاب انصاری کی وجہ سے میں ابتک دنیا میں زندہ ہوں ورنہ نہ معلوم کب کا چلا گیا ہوتا۔

سیاحت

دو سال مدرسۃ العلوم میں درس دیکر باشارۂ روحانی آپ تمام ہندوستان کی سیاحت پر بالکل اکیلے تن تنہا روانہ ہو گئے۔ اور جس جگہ بھی گئے۔ بزرگان دین کی زیارات اور اون سے کسب فیوض کیا۔ چنانچہ آپ کا حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا واقعہ چونکہ دلچسپ ہے اسلئے معرض تحریر میں آتا ہے جو حضرت والد ماجد قبلہ کی زبانی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت تھا میں ایک شخص امام الدین کے ہمراہ اوس مسجد میں حاضر ہوا جہاں حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے ملاقات فرماتے تھے۔ آپ پاس صاحب حاجت مندوں کا ایک ہجوم کثیر تھا۔ آپ یکایک میری طرف مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا کہ میاں آپ کا آنا کیسے ہوا میں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایمان لانے کے بعد وفود

زیارت نبوی کے لئے جوق جوق مدینہ طیبہ آیا کرتے تھے۔ آپ لوگ بھی جانشین نبوی صلعم ہیں میں الحمد اللہ ایمان لا چکا ہوں۔ یعنی بیعت اپنے شیخ طریقت سے کر چکا ہوں صرف اللہ کے لئے آپ سے ملنے آیا ہوں اور کوئی غرض میری نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی شاہ صاحب نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ اللہ اللہ اس زمانہ میں بھی ایسے طالبین صادق موجود ہیں جو فقیروں کے پاس صرف اللہ کے لئے آئیں۔ ارے میاں کوئی آتا ہے بچہ چاہیئے۔ کسی کو مقدمہ کی کامیابی مطلوب ہے اور کسی کو کوئی اور دنیاوی غرض صرف اللہ کے لئے کون آتا ہے۔ یکایک شاہ صاحب چونکے اور انہوں نے فرمایا آہا یہ آپ ہیں ارے میاں آپ تو زبردست حکیم ہیں ذرا میرے نبض تو دیکھنا اور یہ تو آپ تو زبردست محدث کامل بھی ہیں آپ بیجئے حدیث پاک کا نور متعدی ہو کر بہت پھیل رہا ہے آپ حدیث شریف پڑھاتے بھی ہیں اجی واہ۔ ارے بھئی حکیم عبدالوہاب صاحب میں تو آپ کا منتظر تھا۔ آپ کی تو کئی امانتیں مدت سے ہمارے پاس محفوظ رکھی ہیں۔ ایک امانت تو تسلسل بالاولیت کی وہ حدیث مصافحہ ہے جس کے حصول کا لقاء اول میں آپکو بڑا ارمان تھا میں مصافحہ کر کے آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ آپ تو بڑے عالی حافظ حدیث نبوی ہیں میں تمام جہاں میں ایک اکیلا انسان ہوں۔ جس کو شیخ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے ذریعہ صرف دو واسطوں سے حدیث نبوی ملی ہے اب تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں میں تیسرا تھا۔ تم چوتھے راوی ہو کر ایک طرح حضرت امام بخاری کے ہم پلہ ہو گئے۔

جن کو کہ ایک حدیث اسی قسم کی تین واسطوں والی ملکردہ بھی رباعی ہوگئے تھے۔ ایک لخت شاہ صاحب امام الدین کی طرف بڑے غضبناکی سے پلٹے اور جھڑک کر فرمایا کہ پاجی اللہ کے گھر میں فقیر کے پاس اور ایک ایسے عالم و محدث درویش کا ہاتھ پکڑ آیا ہے جنکی شان میں آیا ہے کہ "بھم یمطرون بھم یرزقون" انہی خاصان حق کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کے وسیلہ سے تقسیم رزق اور خود جنبی و ناپاک ہے۔ یہ ڈانٹ سنتے ہی امام الدین زور سے واپس بھاگا کہ معقول ہو کر آئے۔ ان ظاہری فیوض اور احادیث اور اجازتوں کے علاوہ حضرت شاہ صاحب نے تخلیہ میں لے جاکر مجھے بہت دیر تک توجہات خاص سے سرفراز فرمایا۔ اور بے شمار فیوضات روحانی عطا فرما کر رخصت کیا۔"

اس سیاحت کے دوران میں جب آپ دہلی میں اپنے شیخ اول شاہ اخوند عبدالعزیز صاحب کے پاس تکمیل سلوک کے لئے مقیم تھے تو حکیم محمود خاں صاحب دہلوی نے جن کا تمام خاندان والد ماجد کے حقیقی چچا اور میرے نانا حضرت شاہ عبدالغفور صاحب سے بیعت تھا۔ والد ماجد کے بحر العلومی کی شہرت سنکر اپنے منجھلے صاحبزادہ حکیم واصل خانصاحب برادر کلاں حکیم اجمل خاں صاحب اور اپنے داماد احمد سعید خانصاحب حکیم بھورے خاں صاحب مرحوم کے والد کو آپکے حلقہ تلامذہ میں داخل کردیا اور ان لوگوں نے اکثر کتب درسیہ طبیہ مثل نفیسی۔ شرح اسباب وغیرہ والد ماجد سے پڑھا عرصہ کے بعد آپ حیدرآباد دکن بہ حکم خاص اپنے پیرو مرشد حضرت قطب الانقلاب گنگوہی آخر آئے اور یہاں اپنا مطب شروع کیا

نہایت درجہ قلیل مدت میں اپنی حذاقت اور کمال فن کا ایسا سکہ بٹھلا دیا اور ایسے معرکۃ الآرا معالجات ڈاکٹروں کے مقابلہ میں کئے کہ حیدرآباد کے گوشہ گوشہ میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔ آپ نے مطب کے علاوہ اپنے حلقہ درس و تدریس کو برابر حیدرآباد میں جاری رکھا۔ بعد عصر آپ حدیث شریف کا درس دیتے رہے۔ چنانچہ آپ کے دور اول کے ارشد تلامذہ میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مولانا سید عمر صاحب مرحوم واعظ مکہ مسجد۔ جو مولوی سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علمائے دکن کے والد ماجد تھے آپ نے صحاح ستہ والد سے پڑھا اور درس تصوف۔ فتوحات مکیہ۔ فصوص الحکم وغیرہ میں بھی شریک رہے۔

۲۔ سید عطاء حسین صاحب سابق ناظم تعمیرات سرکار عالی آپ نے بھی صحاح ستہ و کتب تصوف میں شاگرد رشید ہیں اور طب بھی حاصل کی ہے۔

۳۔ مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ و ناظم مدرسہ نظامیہ آپ کو بھی کتب احادیث میں تلمذ حاصل ہے۔

۴۔ مولوی عبدالرحیم بیگ صاحب مرحوم معتمد صرفخاص مبارک آپ نے والد ماجد سے تمام اعلیٰ کتب درس نظامیہ ختم کیں۔ اور خصوصاً کتب احادیث کو بڑے انہماک سے پڑھا۔

۵۔ مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم وکیل آپ کتب احادیث و تصوف میں شاگرد تھے۔

۶۔ مولوی حکیم حامد حسین صاحب مرحوم سابق افسر الاطباء سرکار عالی۔

۷۔ حکیم محمود صمدانی صاحب مرحوم ان لوگوں نے نفیسی۔ شرح اسباب

اور کچھ حصہ قانون شیخ کا سبقاً پڑھا۔ غرض کتنوں کے نام لئے جائیں۔
آپ کے شاگرد افغانستان۔ ایران۔ عرب۔ عراق۔ شام۔ ایسٹ افریقہ۔
کنیا وغیرہ تک ہیں۔ علاوہ ہندوستان کے موجود ہیں حیدرآباد دکن
میں آپ نے تقریباً (۲) قرن (۴۵) سال کا طویل زمانہ گذرا اور بلدہ
حیدرآباد کے ہر طبقہ کا شاید ہی کوئی ایسا گھرانہ باقی رہ گیا ہو۔ جو
آپ کے علاج سے فیضیاب نہ ہوا ہو۔

آج سے بتیس سال قبل ابوالمعارف مولوی عبدالروف صاحب
اپنی تصنیف موسومہ دبدبہ نظام حصہ اول صفحہ ۳۲ باب الاداعشر
تذکرہ حکمائے مفخر سرکار نظام خلد اللہ وسلطنتہ میں حکیم مولوی سید عبدالوہاب صاحب
انصاری کے عنوان سے حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

مولوی حکیم سید عبدالوہاب انصاری	مولد غازی پور۔ بناضی میں آپ کو عدیم المثل کہنا بجا ہے۔ باری تعالی نے

آپ کے علاج میں شفائے کلی عطاء کیا ہے۔ بعض بعض موقع پر تو آپ نے
مسیحائی کی ہے خصوصاً مؤلف کے مایوس العلاج ہونے کے وقت
بیس سال حیدرآباد میں آپ کا مطب جاری ہے اور چالیس سال سے
آپ کے اقارب حیدرآباد میں مقیم ہیں۔ اکثر محلات شاہی کے آپ
ہی معالج رہتے ہیں۔ مطب میں کثرت مریضوں کی وجہ دم بھر کی فرصت
نہیں ملتی اور ہر کہ ومہ آپ کی توجہ وخوش خلقی کا شاکر رہتا ہے۔ نقل
سارٹیفکٹ صدر محاسبی۔ حکیم صاحب کے مطب میں ہر طبقہ کے مریضوں
کو میں نے دیکھا ہے۔ عہدہ داران اعلیٰ سے محی الدولہ مرحوم اور منور خاں

اور صدیق یار جنگ و مولوی غلام رسول صاحب و نواب فخر الملک بہادر
ورفیع الدولہ مغفور وغیرہ ہم کو بھی میں نے زیر علاج دیکھا ہے۔ اور انہی
صاحبوں نے حکیم صاحب کے مطب اور معالجہ کے نسبت عمدہ
کیفیت اور حالت سر آسما نجاہ مرحوم سے عرض کی تھی اس تحریک
پر نواب صاحب ممدوح نے اپنا علاج دربارہ تقویت بقائے نسل
حکیم صاحب کیطرف رجوع کیا تھا۔ اور نہایت کامیابی کیساتھ اس کا
نتیجہ نکلا۔ چنانچہ اس قسم کے تجربوں کے بعد نواب صاحب ممدوح
نے دو سو روپیہ ماہوار حکیم صاحب کے نام بطور منصب جاری فرمایا
اس کے غالباً دو سال بعد ایک کمیٹی نے جس میں اکبر الملک بہادر اور
افسر الاطباء شامل تھے یہ رائے دی تھی کہ حکیم صاحب کی ماہوار میں
دو سو روپیہ کا اضافہ ہونا چاہیئے۔ لیکن معلوم نہیں کہ کن وجوہ سے وہ
کارروائی ملتوی رہی۔

حکیم صاحب کے مطب میں چار۔ پانچ طلباء فارغ التحصیل مشق
بناضی وملکہ تشخیص کے لئے ہمیشہ سے دیکھا ہے اور تیسرے پہر
میں دس بارہ طالب علموں کو حدیث شریف اور تفسیر کبیر کا درس دیتے
ہوئے ہمیشہ دیکھا ہے اور شب میں درس قانون شیخ جو کہ طب
کی مسلم الثبوت کتاب ہے۔ ایک بڑی جماعت کو دیتے رہتے ہیں۔
حکیم صاحب خود عالم متبحر اور علم دوست شخص ہیں حدیث اور
طب کا درس ان کا خاص مذاق ہے حکیم صاحب کے مطب میں
بیماروں کے حق میں ایک یہ خاص بات ہے کہ مالدار اور مفلس اعلیٰ

اور ادنیٰ ایک نظر دیکھے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے دیگر مطب ہائے یونانی میں مالدار اور اعلیٰ درجہ کے بیمار خاص توجہ اور التفات سے دیکھے جاتے ہیں اور اسی ایکسانیت کے باعث کوئی موقع مالدار یا اعلیٰ درجہ کے بیماروں سے جلب منفعت کا انکو نہیں مل سکتا۔ روزانہ سوا سو ڈیڑھ سو بیماروں کا تخمینہ اوسط ہے جو کسی یونانی دواخانہ سے کم نہیں۔"

شرح دستخط مددگار صدر محاسب سرکار عالی

المختصر حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے موجودہ اطبائے یونانی میں آپ مستثنیٰ ہیں ادویات نادر الوجود آپ کے دواخانہ میں مہیا قیمتی جوارشات و معجونات اعلیٰ و ادنیٰ ہفت موجود ہے۔' اقتباس و بدبہ نظام ختم ہوا۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکاں سابق نظام دکن نے والد ماجد قبلہ کی جیسی شاہانہ قدردانی و قدر افزائی فرمائی ہے اوس سے قدیم سلاطین اسلامی کی سرپرستی کملا، و فضلاء کی یاد تازہ ہوگئی۔ سابق سابق نظام دکن کو آپ کی ذات پر حد سے سوا اعتماد تھا۔ اور وہ آپ کا بڑا احترام اور کامل بزرگ داشت فرماتے تھے۔ ذات اقدس شاہانہ سے لے کر تمام محلات مبارک کا علاج والد قبلہ ہی کے سپرد تھا۔ خود اعلیحضرت مرحوم والد ماجد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے محلات مبارک میں لیجاتے تھے۔ اور اونکی اسقدر عظمت کرتے تھے کہ تمام مراسم تکلفات سے جو ڈیوڑھی مبارک جاری تھے آپ کو بالکل مستثنیٰ فرما دیا تھا۔ حتی کہ آپ ڈیوڑھی مبارک جہاں رات دن (۲۵) سال کے عرصہ تک

رہے تھے وہی اپنا سادہ لباس استعمال کرتے تھے۔ جو وہ اپنے گھر میں پہنتے تھے۔ یعنی صرف کرتا اور سر پر تکونی رومال۔ حالانکہ آداب شاہانہ کے اعتبار سے کوئی شخص بغیر بگلوز اور دستار کے ہرگز ڈیوڑھی مبارک کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ والد ماجد قبلہ نے اعلیحضرت مرحوم کی والدہ کا مایوس العلاج کاربنکل یعنی سرطان کا ایسا معرکتہ الآراء علاج کیا کہ جس مریضہ کو بڑے بڑے سرجنوں نے کہدیا تھا کہ بارہ گھنٹہ سے زیادہ امید زیست نہیں۔ انکو ایک ہی ہفتہ میں کامل صحت ہوگئی۔

مرحوم اعلیحضرت کے انتقال کے بعد موجودہ ظل سبحانی آئینہ رحمانی حضرت ظل اللہ جہاں پناہ نے کمال قدردانی سے ایک عرصہ تک والد ماجد سے تمام اہم محلات مبارک کے علاج میں مشورہ و معالجہ کو متعلق رکھا پھر سنہ ۱۹۱۷ء میں والد ماجد قبلہ حیدرآباد سے بمبئی چلے گئے۔ وہاں کی آب و ہوا نے موافقت نہیں کیا۔ پونہ کچھ عرصہ رہنے کے بعد پندرہ سال سے زیادہ ہوا کہ اونہوں نے ہندوستان کے پایہ تخت اور مرکز دہلی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی دہلی آنے کے بعد ان کی وہ ذات عالی جسکی فیض رسانی ایک ہی حصہ ملک جنوبی ہندوستان و دکن اور ممالک محروسہ سرکار عالی کی حد تک محدود تھی۔ اب تمام ہندوستان کے مایوس العلاج لوگوں کا مرکز و مرجع بن گئی ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہ تھا کہ جہاں سے مایوس العلاج سفر کر کے دہلی آپ سے فیضیاب ہونے نہ جاتے ہوں۔ ایک طرف۔ برما۔ بنگال بہار۔ یو پی کے مرضاء کی یورش رہتی تھی تو دوسری طرف سندھ۔

صوبہ بمبئی۔ پنجاب۔ ملتان وغیرہ سے لیکر گجرات۔ افغانستان کاشغر اور چترال۔ قندھار۔ بخارا تک سے مریض دہلی آپ کے پاس آئے تھے۔ آپ کا مطب دہلی میں عجیب مرقع پیش کرتا تھا۔ ایک طرف وائسرائے بہادر کے اگزیکٹو کونسل کے ممبروں وزراء حکومت ہند سے لیکر بڑے بڑے والیان ملک والد ماجد کے مطب میں حاضر ہوتے۔ دوسری طرف غربا کا وہ طبقہ پایا جاتا جو صعوبت سفر برداشت کرکے امید شفاء پر حاضر ہوتا۔ اور آپ کا دست عطاء و دست شفاء سب سے پہلے انہی لوگوں پر بارش کرتا۔ ایسے ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال کہلانے والے لوگ جو طب یونانی کا سخت مضحکہ کرتے تھے یورپ کے ڈاکٹروں کے نزدیک قطعی مایوس العلاج قرار پاکر اور دہلی آکر والد ماجد کے دست شفاء سے مستفید ہو کر نہ صرف اونکے مداح بلکہ طب یونانی کے ثنا خواں اوس کے فوائد کے مبلغ بن گئے۔

رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو وائنہ پیرس برلن اور لندن کے ڈاکٹروں کے نزدیک لاعلاج قرار پاکر والد قبلہ کی دوا سے صحت یاب ہوئے۔ "وہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں کافر طب تھا۔ حکیم صاحب کے علاج کی وجہ سے طب پر ایمان لے آیا۔" اسی طرح رائٹ آنریبل مسٹر چینتا منی وغیرہ والد ماجد قبلہ کے معالجہ سے شفایاب اور آپ کے طریقہ علاج کے بڑے مداح ہیں۔

آپ کی اوسط آمدنی دہلی میں چھ سات ہزار ماہوار سے کم نہ تھی مگر لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اس معذوری و ضعیفی کے عالم میں

اپنے حلال طیب کمائی کو والد ماجد قبلہ کیا کام میں لائے ہیں۔ آپنے یہ خیال کرکے یہ طب اسلامی جس کی آبیاری تمام و کمال اطباء اسلام نے کرکے ایک تناور درخت بنا دیا ہے۔ اور جس کے سایہ میں ایک دنیا آرام پا رہی ہے۔ عالم اسلام میں تقریباً مردہ ہو رہی ہے خصوصاً ارض پاک حجاز جیسی مقدس جگہ بھی اس طب مغربی کا رواج ہے جس کی ادویات کے متعلق حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب مرحوم کا چیلنج تھا کہ بوجہ آمیزش روح خمر یعنی اسپرٹ جو کوئی شخص مجھے کوئی ڈاکٹری استعمالی دوا ایسی بتادے جو مذہبی نقطہ نظر سے حرام نہ ہو یا کم از کم مکروہ تحریمی نہ ہو تو میں اُسے (۱۰۰۰) روپیہ انعام دونگا۔ اس لئے والد ماجد نے ایک عظیم الشان اور حد درجہ علو العظیمانہ اسکیم تیار کی جس کا خاکہ یہ تھا کہ اولاً مدینہ طیبہ میں ایک بین السلامی جامعہ طبیہ کی تاسیس کی جائے۔ جس میں وظائف تعلیمی دیکر طلباء نصرف حجاز بلکہ عراق۔ ایران وغیرہ ممالک اسلامیہ سے بلوا کر اونکو طبی تعلیم دی جائے۔ اور اسی جامعہ طبیہ اسلامی کے تحت خیراتی شفاخانے اولاً مدینہ منورہ و مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً تعظیماً میں اور پھر بتدریج حجاز اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں قایم کئے جائیں۔ اس مہتم بالشان کام کے لئے صاف ظاہر ہے انفرادی بخشش تو ایک طرف اجتماعی چندے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ اور ایسے مہمات امور صرف سلطنتوں کی سرپرستی میں سرسبز ہوا کرتے ہیں۔ مگر والد ماجد نے چندہ کبھی ایک حبہ بھی لینا گوارا نہ کیا اور اپنے دہلی کے دوران قیام کی بارہ سالہ کام آمدنی

اسی کام کے لئے صرف کرکے کناٹ سرکل پیالیس نئی دہلی میں ڈہائی لاکھ روپیہ کی جائداد طبیہ منزل کے نام سے بنواکر وقف کردئے جس کی آمدنی ماہانہ (ﷲ۔۔۔۔) روپیہ ہے۔ اس خصوص میں ایک اقتباس کتاب سفر شاہانہ دہلی تالیف مولوی اکبر علی صاحب مالک واڈیٹر اخبار صحیفہ سے درج کیا جاتا ہے۔

”اقتباس از کتاب سفر شاہانہ دہلی تالیف مولوی اکبر علیصاحب اڈیٹر اخبار صحیفہ ۲۰؍ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ م ۲۸؍ فبروری سنہ ۱۹۳۲ء“

”آج صبح کے (۹) بجے حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری عرف حکیم نابینا صاحب نے اپنی وقف کردہ نئی بلڈنگ کا افتتاح حضور اقدس و اعلیٰ کے دست مبارک سے انجام دلائے جس کی تفصیل آگے درج کی جاتی ہے۔ چونکہ دہلی کا ٹیہ خانہ سرکار عالی آج کسی قدر قبل از وقت مقرر سابق روانہ اسٹیشن ہورہا ہے۔ لہذا آخری مطلاعی خط ہے جو اس ڈاک سے روانہ کیا جارہا ہے صحیفہ ۲۳؍ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ م ۲؍ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء“

افتتاح طبیہ بلڈنگ

طبیہ بلڈنگ جس کا افتتاح حضور اقدس اعلیٰ نے ایک نقروی قفل کو نقرئی کونجی سے کہولکر فرمایا ہے کناٹ سرکل کی سہ منزلہ دوکانوں کے سلسلہ جات میں سے ایک سلسلہ میں دو دوکانات پر مشتمل ہے نیچے تو دوکانیں ہیں اوپر کی منزل میں رہنے کا انتظام ہے آخر منزل میں تفریح کی جاسکتی ہے۔ کناٹ سرکل کا حال پہلے لکھا جاچکا ہے کہ ایسی سہ منزلہ شاندار

دوکانات جو تقریباً دو میل کے رقبہ میں ایک دائرہ کی شکل میں اسی طرح بنائی گئی ہیں جس طرح گھڑی اور اوس کے اندر کے وقت نما ہندسے ہوتے ہیں بے نظیر عمارات ہیں بیچ بیچ میں نہایت کشادہ سڑکیں چھوڑی گئی ہیں۔ پھر ناف سرکل میں ایک مستدیر سبزہ زار بنادیا گیا ہے ان دوکانات میں جب رات سہ منزلہ بام و در میں برقی روشنی جگمگانے لگتی ہے تو وہ عالم سڑکوں کی برقی قندیلوں سے مل کر پرچراغاں کا ایسا نظارہ پیش کرتا ہے جو ہندوستان کے کسی شہر میں تا حال نہیں موجود ہے۔ اسی سرکل میں حیدرآباد کے مشہور طبیب محمد عبدالوہاب صاحب انصاری جو حکیم نابینا صاحب کے نام سے مشہور ہیں اور بیتھر گئی پر جہاں اب سڑک چوڑی کردی گئی ہے۔ مدینہ بازار کے نام سے ملگیاں قایم کی تھیں۔ جس کے بازو قدیم دارالقضاء کا دفتر واقع تہا۔ انہوں نے حیدرآباد سے اپنا مطب برخاست کرکے دہلی میں علاج شروع کیا تو اس بلڈنگ کو خاص مدینہ والوں کی مدد کے لئے دو لاکھ دس ہزار (دو لاکھ دس ہزار) روپیہ کے صرفہ سے بنوایا وقف نامہ لکھکر وقف کردیا۔ جس کے پانچ امناء ہیں۔ (۱) ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری مرحوم مشہور زعیم کانگریس برادر حکیم نابینا صاحب (۲) نواب رضا نواز جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد برادر حکیم صاحب (۳) عبدالحی صاحب۔ عبدالقادر صاحب عبدالغنی صاحب خسر شاہ نظامی پسران حکیم صاحب موصوف۔ (اب اس جائداد کی آمدنی اسی کی توفیر میں صرف کرکے ڈہائی لاکھ کی جائداد

کردی گئی خسرو شاہ نظامی) حکیم صاحب موصوف کا سن و سال اسوقت
پچاسی برس کا ہے قوی نہایت اچھے ہیں البتہ داڑھی میں زیادہ سفیدی
آگئی ہے کہتے تھے کہ ایک عاجز انسان کی سعی سے یہ کوشش انجام کو
پہونچی۔ (۹) بجے کے پہلے سے بلڈنگ کے برآمدہ میں آکر حکیم صاحب
کرسی پر بیٹھ گئے تھے اور مدعوئیوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ دری چاندنی
کے فرش پر لال قند بچھایا گیا تھا۔ اور بلڈنگ کے پچھلے صحن میں شامیانہ
تان کر اور تخت بچھا کر تخت پر زرین کرسی رکھکر حضور اقدس و اعلیٰ کے
جلوس کی صورت پیدا کی گئی تھی۔ دہلی کے بعض نامور اصحاب تخت
کے آگے کرسیوں پر آ آکر بیٹھتے جاتے تھے جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔
(۱) خواجہ حسن نظامی صاحب بالقابہ (۲) ملا واحدی صاحب اڈیٹر
رسالہ نظام المشائخ (۳) محمد انوار ہاشمی صاحب اڈیٹر رسالہ دین و دنیا۔
(۴) محمد جعفری صاحب اڈیٹر اخبار روزانہ ملت (۵) شوکت علی صاحب
فہمی اخبار سہ روزہ طاقت (۶) راشد الخیری صاحب اڈیٹر عصمت۔
(۷) شیخ احسان الحق صاحب سابق اڈیٹر توحید میرٹھ (۸) ایک بڑے مطبع
آرمی پریس کے مالک (۹) حاجی محمد صالح صاحب قائمقام فرم حاجی
علی جان دہلی جو جدہ۔ مکہ۔ مدینہ وغیرہ سے رقمی و تجارتی دادوستد کرتی ہے
(۱۰) حافظ ولایت اللہ خانصاحب ڈپٹی کمشنر ناگپور وظیفہ یاب و
دیوان ریاست ستر حال ممبر اسمبلی (۱۱) منور الدین صاحب کتب فہقہ۔
(۱۲) سر عبد الرحیم صاحب ممبر اسمبلی حال پریسیڈنٹ یا صدر اسمبلی) اور
کئی اصحاب دہلی جن کو اہل دہلی ہی پہچان سکتے ہیں متوسلین حیدرآباد میں سے

مہاراجہ یمین السلطنت بہادر صدر اعظم باب حکومت۔ نواب امین جنگ بہادر
سید کاظم حسین صاحب حال نواب کاظم یار جنگ بہادر چیف سکریٹری پیشی
خداوندی۔ سید محمد مہدی صاحب معتمد باب حکومت۔ محمد احمد صاحب
ناظم ٹپہ۔ لطیف یار جنگ بہادر مہتمم میز خانہ مبارک۔ محمد سلیمان صاحب
سابق شیخ القرائے دار العلوم اور بھی کئی اصحاب موجود تھے۔
سوا دس بجے کے قریب حضور اقدس سادہ لباس اور رومی ٹوپی
پہن کر تشریف فرمائے طبیہ بلڈنگ ہوئے اور کنجی سے قفل کھول اندر
داخل ہوئے صحن میں یہ سارا مجمع جمع تھا۔ سارے حاضرین سرو قد
اٹھ کھڑے ہوئے حضور اقدس کرسی پر متمکین ہوئے حکیم نابینا صاحب
موجود تھے۔ اون کے بڑے صاحبزادہ نے حضور اقدس کو سپاسنامہ
ذیل پڑھ کر سنایا۔

سپاسنامہ

اضعف العباد کی عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ مقامات
مقدسہ یعنی مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ زاداللہ شرفہما میں
طبی مدارس کھول دیئے جائیں اور اہل مکہ و مدینہ کو باقاعدہ طور پر علم الادیان
و علم الابدان کی تعلیم دیکر قابل ترین طبیب بنا دیا جائے اور جابجا امدادی
شفاخانے کھول دیئے جائیں جن سے جیران رسول اللہ صلعم اور زائرین
بیت الحرام کی ضروریات طبیہ بلا معاوضہ بہ وجوہ احسن انجام پا سکیں
الحمد للہ دعاگو کی یہ آرزوئے دیرینہ ایک حد تک پوری ہوئی۔ درینہ
دعاگو بفضلہ تعالیٰ اس قابل ہوا کہ اس خدمت جلیلہ کی انجام دہی کے لئے
تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی جائداد وقف کر دی آقائے ولی نعمت ظل سبحانی کے

توجہات عالیہ سے امید قوی ہے کہ دور عثمانی کے زندہ برکات میں سب سے زیادہ اہم اور سید عظیم الشان یہ اسلامی خدمت بھی درجہ تکمیل کو پہنچ جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج ہم سب دعاگویان سرکار کو مبارک ساعت نصیب ہوئی ہے کہ ظل سبحانی سلطان العلوم محی الملتہ والدین امیر المومنین کے دست حق پرست سے طبیہ بلڈنگ واقع کناٹ پیالیس نئی دہلی کی رسم افتتاح انجام پارہی ہے۔ ظل اللہ کے قدوم میمنت لزوم سے اس دعاگو اور اس کے خاندان کو جو سرفرازی بخشی گئی ہے اوس کے شکریہ میں یہ حقیر سپاسنامہ آقائے ولی نعمت کے حضور میں بصد ادب دعاگوئی ادنیٰ پیش کرکے صدق دل سے درگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہے کہ "الٰہی آفتاب عمر و دولت و اقبال آقائے نامدار و شہزادگان والا تبار تا ابد درخشاں باد"۔ اسی کے اختتام پر حضور اقدس رخصت ہوگئے۔ اور سارے حاضرین کو سوڈا لیمن اور گلدستوں سے تواضع کیگئی۔ طبیہ بلڈنگ اوپر جاکر دیکھنے سے ساری نئی پرانی دہلی نظر آتی ہے نہایت مستحکم عندیش کی عمارات ہیں۔

نیچے سے ستون دبیز اور نہایت موٹے۔ موٹے گرڈر لگاکر چھتوں کو بخوبی مضبوط کیا گیا ہے۔ حکومت کی جانب سے نقشہ دیکر تعمیر کی نگرانی کی جاتی ہے کرایہ (صماحہ) روپیہ وصول ہوتا ہے۔

حال ہی میں ہمارے شہر کے ایک بزرگ نے مدینہ کے بیکس مفلسوں اور یتیموں۔ بیواؤں کے لئے خیرات دینے کی اپیل کی ہے لیکن اہل مدینہ

کی حقیقی مدد ایک آدھ مضمون لکھکر اپیل کرنے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس قسم کی اپیلیں صدا بصحرا ثابت ہونے لگی ہیں۔ لازم ہے کہ جو لوگ حرمین شریفین سے ہمدردی و اخوت ایمانی رکھتے ہیں وہ طبیہ بلڈنگ کے سے اوقاف پیدا کریں تاکہ خود مدینہ طیبہ میں اس قسم کے کام جاری کیئے جاسکیں۔ جن سے ساکنان جوار رسول کی حقیقی مدد و معونت عمل میں آئے۔ وقتیہ خیرات سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اہل درد کے جذبات کثرت سوال کمزوری پیدا کردیتی ہے۔

ہمارے شہر میں بھی ایک عمارت ایسی وقف کردی گئی ہے لیکن اوس کے مقاصد میں طبیہ بلڈنگ کے مقاصد میں جو فرق ہے اور جن تقریب پر وہ عمارت بنائی گئی ہے اور جس قوم کی ذی مقدرت ہستیاں اسکی امین (ٹرسٹی) بنائی گئی ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں اور اس جگہ الاعمال بالنیات کا فلسفہ اپنا جوہر دکھلانے لگتا ہے۔ دولت کا صحیح مصرف اور مصرف کی اہمیت کوئی ایسی گری پڑی چیز نہیں کہ ہر کس و ناکس کسی کے ہاتھ لگ جائے (اقتباس سفر شاہانہ دہلی ختم ہوا)

اللہ تعالیٰ خانوادہ آصفی کو دائم برقرار اور ہمارے ریاست ابد مدت کے مالک کو مدت دراز تک باصحت کاملہ رکھے جنکی بارش ابر کرم و مرحمت سے کروڑہا مخلوق خدا فیض یاب و فائز المرام ہے اور قدردانی علم و فن عموماً اور سرپرستی فن طب میں خصوصاً تمام روئے زمین کے سلاطین ہمارے سلطان الحکمت و سلطان العلوم شاہ دکن کی حقیقتاً کسی طرح ہمسری نہیں کرسکتے شاید پیر دن دکن کے پیرے

اس حقیقت نگاری کو میرے تین پشت کے ملکی باشندہ ہونے
کی وجہ سے خوشامد پر محمول کرے مگر حقائق کا کون بطلان کرسکتا ہے۔ کیا
کوئی تمام روئے زمین میں اس وقت فن طب کی ایسی قدردانی کی کوئی
ایسی مثال پیش کرسکتا ہے کہ تمام دنیا میں صرف ہمارے سلطان العلوم
شاہ ذیجاہ نے طب یونانی کی کامل و مکمل سرپرستی فرماکر ایک عظیم الشان
صدر نظامیہ شفاخانہ کئی لاکھ روپیہ کے صرفہ سے بلدہ میں جاری کروادیا ہے
جو صدیوں تک طب یونانی کے وقار کو چار چاند لگاتا رہیگا۔ ۱۱ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۶ھ م
ستمبر سنہ ۱۹۳۷ء اعلیحضرت قدر قدرت ظل اللہ جہاں پناہ سلطان العلوم والحکمت
خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے حضرت والد ماجد قبلہ کو دہلی سے حیدرآباد طلب
فرماکر از راہ مکرمت خسروانہ (الف [illegible]) یکہزار روپیہ ماہوار پر خدمت
افسر الاطبائی سے ممتاز فرمایا ایک سال بعد سنہ ۱۳۵۷ھ میں والد ماجد نے حج
سفر کے لئے حضرت بندگان عالی سے رخصت و اجازت طلب کی میرے
سلطان ذیشان کی مکرمت شاہانہ کس درجہ بے پایاں و لامتناہی ہے کہ
بطور استثناء چھ ماہ کی رخصت اور پیشگی ششماہہ تنخواہ مبلغ [illegible]
چھ ہزار روپیہ مصارف حج کے لئے والد ماجد کو سرفراز فرمائے اور سفر
حج سے واپسی کے بعد مبلغ [illegible] پانسو روپیہ ماہوار وظیفہ حسن خدمت
تاحیات جاری فرمادیا۔

سفر حج میں جب جہاز کامران پہنچا تو حضرت جلالۃ الملک سلطان
ابن سعود ایداللہ بنصرہ العزیز نے والد ماجد کو لاسلکی پیام خیر مقدم روانہ
فرمایا کہ "میں آپ کے باعافیت جدہ پہنچنے کا متمنی ہوں" اور بطور

قدر افزائی علم و فن جدہ کے گورنر کو حکم دیا گیا کہ جہاز جب جدہ کی بندرگاہ
پر آئے تو خود گورنر صاحب جدہ سرکاری موٹر لانچ میں استقبال کرکے
حکیم صاحب کو لائیں اور بطور ضیف سلطانی سرکاری مہمان کے رکھیں اور سرکاری
انتظام سے مکہ معظمہ روانہ کیا جائے۔ چنانچہ گورنر جدہ نے احکام سلطانی
من وعن تعمیل کی اور کمال احترام سے والد ماجد کو جہاز سے اتارا اور نہایت
انتظام سے مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً تعظیماً روانہ کردیا۔ مکہ معظمہ میں جلالۃ الملک
سلطان ابن سعود نے جب والد ماجد قبلہ سے ملاقات کی تو
کمال درجہ احترام سے پیش آئے اور حضرت سلطان نے نہایت جوش
کے عالم میں کھڑے ہوکر حضار مجلس کے سامنے جس میں ان کے وزراء
اور عہدہ داروں کے علاوہ اور ممالک اسلامیہ کے سربرآوردہ حضرات
بھی موجود تھے ایک تقریر فرمائی جس کا مفہوم و مختصر یہ ہے۔

"آج بحمداللہ اسی کروڑ مسلمان تمام کرۂ ارض پر بستے ہیں مگر
کسی شخص کو اسبات کا کبھی خیال نہیں ہوا کہ حرمین شریفین و ممالک اسلامیہ
میں جو ادویات مغربی مروج ہیں وہ لوث خمر سے ہیں بہت کم خالی
ہوتی ہیں اس لئے روح الخمر اسپرٹ ادویات مغربی کا جزء اعظم ہے اور
طب اسلامی یہاں حرمین شریفین میں خصوصاً اور دوسرے ممالک
اسلامیہ میں عموماً مردہ ہوگئی ہے۔ علامہ حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری
تمام دنیائے اسلام میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان امور کا لحاظ
کرکے اتنے بڑے ایثار عظیم کا اقدام کیا ہے۔ کہ اس زمانہ میں اس قسم کا
ایثار عدیم النظیر اور فقید المثال ہے۔ الحمد للہ اہل خیر مسلمان تمام عالم

اسلام میں ہمیشہ سے جا بجا ہر ایک زمانہ میں امور خیر کے لئے جائدادوں کو وقف الی اللہ کرتے رہتے ہیں اور بالعموم اپنی دولت کے صرف ایک حصہ کو ایسے امور میں خیر میں صرف کیا جاتا ہے۔ مگر ناقابل انکار شہادتوں کی بناء پر یہ چیز محقق طور پر میرے علم میں لائی گئی ہے کہ حکیم صاحب نے باوجود ضعیفی و معذوری کے اپنی تمام زندگی کی تمام ترکمائی کو ایک جائداد کی شکل میں ہندوستان کے پایہ تخت شہر دہلی میں وقف کر دیا ہے جس کا مصرف مدینۃ الرسول میں ایک جامعہ طبیہ اسلامیہ کا قیام قرار دیا ہے۔ اور اس کے تحت شفاخانہ جات حجاز میں خدمت خلق اللہ کے لیے وہ جاری کرنا چاہتے ہیں جزاک اللہ خیر الجزاء۔ میری حکومت حکیم صاحب کو حکمنہ تسہیل اس امر خیر میں ہمیشہ بہم پہنچاتی رہیگی۔ میری حکومت کے وسائل مالی جیسا کہ سب کو معلوم ہے حد درجہ محدود ہیں اور مجبوراً ہم کو درآمد اشیاء پر چنگی بھی لینا پڑتی ہے۔ مگر امر خیر کے لئے جس قدر بھی اشیاء طبی اور ادویات وغیرہ حجاز میں لائی جائینگی اون پر چنگی معاف کردونگا۔ حکیم صاحب کے تبحر اور خداقت طبی کی تعریف میں سالہا سال سے سن رہا ہوں میں اپنی حکومت کی جانب سے بطور خاص انکو تمام مطالبات حکومتی سے مستثنیٰ قرار دیتا ہوں۔ حکیم صاحب جب تک حجاز میں رہیں گے میری حکومت کے ضیف اور مہمان خاص ہیں۔"

بعد ازآں سلطان ابن سعود نے نبض دکھلائی اور اپنی تمام زندگی میں پہلی بار یونانی دوا استعمال کی جس سے اونکو اس درجہ نفع کامل ہوا کہ طب یونانی کے گرویدہ ہوگئے۔ اور والد ماجد قبلہ کے مراجعت

ہندوستان کے بعد بھی سلطان نے اپنا سلسلہ علاج جاری رکھا سانحہ ارتحال والد ماجد قبلہ سے صرف ہفتہ عشرہ قبل تیسری بار جلالۃ الملک کی ایک سالہ مکمل ادویات کا بکس خصوصی مرسلہ قاصد کے ہاتھ والد ماجد نے حجاز ارسال فرمادیا تھا۔ انفراغ حج کے بعد والد ماجد قبلہ روضہ اقدس نبوی صلعم الف۔ الف تحیات والتسلیم کی زیارت کے لئے جب مدینہ طیبہ روانہ ہونے لگے تو سلطان نے بطور خاص نہایت اعلیٰ سرکاری موٹربس والد ماجد قبلہ کے حوالہ فرمائی جس کی تمام سیٹیں نکال دیکر اس کو حسب منشاء حد سے زیادہ آرام دہ بنوا دیا گیا تھا۔ واپسی مدینہ طیبہ کے بعد نہایت اعزاز و اکرام سے حضرت سلطان نے اونکو جدہ سے رخصت کروایا۔ ذالک فضل یوتیہ من الیشاء واللہ ذوالفضل العظیم)۔

حضرت والد ماجد قبلہ کا ارادہ حجاز سے واپسی کا ہرگز نہ تھا اور مدینہ طیبہ ہجرت کے خیال سے گئے تھے۔ مگر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارواحنا فداہ کچھ احکام و اشارات باطنی کے باعث جس کا اظہار عام طور سے سلک تصوف میں ممنوع ہے وہ دوبارہ ہندوستان صرف اس ارادہ مصمم سے آئے تھے کہ یہاں سے مکمل تیاری کے بعد دوبارہ حجاز روانہ ہوجائیں۔ اس تیاری میں سب سے اہم چیز بعض ایثار پیشہ عربی کے فارغ التحصیل اطباء کو آمادہ ہجرت کرکے تاسیس جامعہ طبیہ انصاریہ کے لئے ہمراہ لیجانا تھا۔ تاکہ وہ مدینۃ الرسول میں تعلیم و ترویج طب کا عظیم بالشان کام آغاز کردیں اور جائداد موقوف طبیہ منزل دہلی کی آمدنی میں سے بطور ایثار صرف اتنی ماہوار قبول فرمائیں

جو آسودہ قیام مدینہ کے لئے کفاف کرے اس لئے کہ جب اس کام میں والد ماجد قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے باوصف معذوری اپنے انحطاط عمری اور ضعیفی کے زمانہ کی تمام کمائی وقف کردی اور اپنی حقیقی اولاد و پسماندگان تک کے لئے کوئی معتد بہ رقم باقی نہ چھوڑی تو اللہ اور اوس کے رسول کے راستہ میں اور حرمین شریفین کی ایسی عظیم خدمت خلق میں جس کو آیندہ نسلیں افتخار سے یاد کریں گی۔ اپنے ہم پیشہ اطبا اپنے ہم عصر لوگوں سے کیا اونکی یہ توقع بے جا کہی جائیگی کہ وہ بھی ذرا سے ایثار سے کام لیں۔ اور اوسکو ایک اجتماعی قومی و اسلامی چیز سمجھ کر واجبی ماہوار پر قیام مدینہ طیبہ منظور فرمائیں۔ مگر افسوس والد ماجد کے انتقال پُرملال کے وقت تک جبکہ اونکو حجاز سے واپس ہوئے تقریباً دو سال ہونے آئے تھے صرف ایک عربی کے فارغ التحصیل طبیب اس کام کے لئے آمادہ ہوسکے اور دوسرے اس کام پر آمادہ حضرات نے یا ناقابل قبول شرائط پیش فرمائیں اور ماہانہ تین چار سو روپیہ مشاہرہ علاوہ درجہ اول کے سفر خرچ کے طلب کیا۔ دوسری تیاری اجرائی شفاخانہ خیراتی کے لئے کافی وافی مقدار میں اسٹاک ادویات کی فراہمی اور اون کو اپنے دریافت کردہ طریقہ تجدد دواسازی سے قلیل المقدار اور سریع النفع بنانا تھا۔ یہ دوسری تیاری اونکی قریب التکمیل تھی۔ اور انکا قصد مصمم تہا کہ اسی سال حج کے موسم میں ہجرت کر کے حجاز معہ زبردست ذخیرہ ادویات کے جو سالہا سال تک کفاف کرے روانہ ہو جائیں۔ مگر مشیت باری تعالیٰ عزاسمہ تخیل و فہم بشری سے

ماوراء ہے۔ اونکا یہ ارادہ یہ عمل پورا نہو سکا اور پانچ ربیع المحبوب ۱۳۶۱ھ شب یکشنبہ صبح صادق کے وقت وہ اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوگئے۔ (رحمتہ اللہ علیہ من یومنا ہذا الیٰ یوم القیام)

وفات | غرہ ماہ ربیع المحبوب کو جب کہ وہ ظہر کی نماز کے لیئے وضو کرنے جارہے تھے کہ لو کا اثر ہو گیا جس سے غشی طاری ہوگئی مگر حالت غشی میں بھی جبکہ تمام حواس ظاہری معطل تھے اونکی انگلیاں تسبیح کو برابر گردش دے رہی تھیں غشی سے افاقہ کے بعد میرے والد ماجد سے دریافت کیا کہ حالت غشی میں بھی آپ کیوں تسبیح پڑھتے رہے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ان رازوں کا افشا کردوں اور میں مرجاوں تو سنو پہلے ہفتہ عشرہ میں میں زیارت نبوی صلعم روحی فداہ سے مشرف ہوتا تھا۔ مگر مدینہ طیبہ کی حاضری کے بعد سے اب روزانہ بلاناغہ میں اوس روئے انوار کو جس کا خود خداوند ذوالجلال والاکرام شیدا ہے دیکھا کرتا ہوں۔ ابھی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی کا ایک خطاب یافتہ غلام ہوں مجھے سرکار شیخ محمد صالح لعبدالوہاب کے نام سے یاد فرماتے ہیں اور میں تو روزانہ اوس شمع تجلی کا پروانہ بن کر صدقہ اترتا ہوں جس کی قسم مالک نے والضحیٰ کہہ کر کہائی ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے مجھے ہوش ہو یا ظاہر حواس معطل ہوچکے ہوں۔ تب بھی روحانی طور پر درود شریف کی سوغاتیں جو میرا روزانہ کا معمول ہے نہ بھیجوں۔ ؎

ناکارہ صحیح لیکن شاید وہ بلا بھیجیں ۔۔۔ میں نے بھی درودوں کی بھجوائی ہیں سوغاتیں

غشی سے افاقہ کے بعد شدید بخار چڑھا اوس وقت وہی مقیاس الحرارت ۱۰۷ ڈگری تھا۔ پانچ یوم تک والد ماجد کو ۱۰۶ ڈگری بخار رہا۔ جمعرات ۲ تاریخ کو معظم الاخوان حکیم عبد الحی صاحب نے عرض کی کہ آپ کا بخار کم ہو جانے کے بعد ہم لوگ آپ کو حیدر آباد کے اعتدالی موسم میں رکھنے لے چلینگے وہاں عمر کا طویل حصہ گزرنے کے باعث آپ وہاں کے موسم کے خوگر ہو چکے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہم اتوار کے دن چلے جائیں گے۔ ادباً عرض کی کہ اتوار کا دن غیر موزوں ہے دوشنبہ کے دن تک مزاج بھی بحال ہو جائیگا اوس روز ہم لوگ چلیں گے۔ دوبارہ ارشاد ہوا کہ ہاں بھئی ہم تو اتوار کے دن چلے ہی جانے والے ہیں ہفتہ کے دن بخار نارمل ہو چکا تھا۔ اتوار کی رات کو نماز عشا ادا فرمائی اور دو بجے رات کو اٹھے۔ ستر سالہ عادت تہجد کے مطابق نماز تہجد پڑھ کر خلاف عادت معمول بہت زیادہ دیر تک دست دعا کو بلند کر رکھا۔ منجلے بھائی صاحب حکیم عبد القادر صاحب انصاری نے بعد تہجد ڈہائی بجے رات کو نبض دیکھی اچھی تھی۔ ساڑھے تین بجے یکایک جبکہ ہاتھ تسبیح پر گردش کر رہا تھا۔ تین بار اسم ذات اللہ فرمایا اور پہنچا مریض اپنے مسیحا کے پاس۔ ~~

صورتت از بے صورتی آمد بیرون
باز شد انا الیہ راجعون

حضرت علامہ والد ماجد قبلہ کے مرتبۂ روحانی کو انکی عادت کمال اخفا کے باعث شاذ ہی لوگوں نے جانا اور پہچانا صرف اسی حد تک لوگ جانتے تھے کہ وہ عابد و زاہد ہیں۔ حالانکہ وہ مرتبۂ قطبیت کاملہ پر فائز تھے ہم دل کے اندھے انکے اور مراتب علیا کو کیا جان پہچان سکتے ہیں۔ مگر ظاہر بین نظروں کیلئے یہ چیز انکے جلیل الشان مرتبہ روحانی کے علو کی دلیل کافی ہے کہ دہلی میں ایک بزرگ مجذوب کامل نوشہ میاں عرف حافظ نابینا صاحب نامی رہتے تھے جن سے دہلی کا ہر فرد بشر آگاہ ہے۔ اور اس الحاد و انکار کے زمانہ میں جدید تعلیم یافتہ ہر مذہب و ملت کے ہزاروں اشخاص انکے حد درجہ محیر العقول خوارق عادات کے شاہد ہیں۔ وہ ہمیشہ مادر زاد برہنہ رہتے تھے جب کبھی ہفتہ عشرہ میں والد ماجد سے ملنے آتے تھے تو ملاقات سے پہلے وہ کسی چیز سے مثلاً ٹاٹ یا بوریا اور کبھی رومال سے اپنا ستر عورت چھپا لیتے اور جب سامنے جاتے تو حضرت والد ماجد کی دست بوسی کرنیکے بعد مجذوب صاحب جس تخت پر والد بیٹھے رہتے اسکا سات بار طواف کرتے اور واپس چلے جاتے۔

ذرہ ذرہ اندریں ارض و سما جنس خود را ہمچو کاہ و کہربا

خرق عادات وکرامات

اوائل ماہ اپریل میں جبکہ دہلی میں گرمیوں کا آغاز تھا والدہ ماجدہ نے عرض کی کہ آپ دن بدن نحیف ہو رہے ہیں گرمائی شدت کی سہار نہ کر سکیں گے حیدرآباد چلئے وہیں سے انشاءاللہ موسم حج میں حجاز روانہ ہو جائیں گے بیگوت فرمایا۔ تیسری بار عرض کرنے پر ارشاد ہوا کہ میں عنقریب اپنے پیرومرشد کے پاس جا رہا ہوں اگر حیدرآباد چلا گیا تو اپنی دور دراز

کیسے پیر و مرشد کے قدم مبارک تک پہونچوں گا۔ وصال کے بعد اسی ارشاد کی بناء پر جو بطور وصیت تھا میت کو گنگوہ شریف لے جانیکا بندوبست کیا گیا۔ جو دہلی سے تقریباً (۱۳۷) میل دور ہے۔ سانحہ ارتحال کچھ ایسا فوری وقوع میں آیا تھا۔ اور دور و دراز میت کو لے جانے کے انتظامات کے انہماک کے باعث خاص شہر دہلی کے اکثر باشندوں کو اس کی خبر نہ دی جاسکی کچھ اس احتمال سے بھی عام طور پر تشہیر نہ کی گئی کہ پندرہ سالہ قیام دہلی کی خدمات عام و خاص کے باعث حضرت والد ماجد قبلہ اہل دہلی کے باشندوں میں بہت محبوب ہو چکے تھے۔ ہر مذہب و ملت اور ہر طبقہ کے لوگ اونکا کمال احترام اور بزرگ داشت کرتے تھے اگر خبر عام ہو جاتی تو باشندگان دہلی ہرگز۔ ہرگز میت کو باہر نہ لیجانے دیتے اور مصر ہو جاتے کہ دہلی ہی میں تدفین ہو تاہم بھی ایک مجمع کثیر نے پہلی نماز جنازہ دہلی طبیہ منزل اونکی جائداد موقوفہ میں ادا کی اس کے بعد میت اتوار کے دن چار بجے شام کو گنگوہ شریف موٹر لاری میں روانہ ہوئی ہمراہیان کا بیان ہے کہ دوران راہ میں جس قدر بھی قصبے اور گاؤں جہاں نہ سلسلہ تار ہے اور نہ کوئی اور فوری ذریعہ خبر رسانی تھا پڑی ہم نے دیکھا کہ پہلے سے تمام گاؤں کے سب باشندے جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ ہندو اور مسلمان شامل تھے گھروں سے باہر نکل کر سڑک پر منتظر پائے گئے اور انہوں نے لاری کو روک دیا۔ اور کہا اس میں حکیم صاحب کی میت جارہی ہے

ہم لوگ اسی انتظار میں کھڑے تھے کہ زیارت کر لیں موٹر کو روک کر زیارت کروائے۔ تقریباً (۱۷-۱۸) جگہ موٹر راستہ میں ہر آبادی میں روکی گئی اور مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ رات کے ایک بجے مقام مقصود گنگوہ شریف حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کے مزار پر میت پہنچی ہمراہیان سخت حیران تھے کہ آخر کس نے دور و دراز کے گاؤں میں رہنے والوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ میت اسی راستہ سے جارہی ہے وہ آخر کونسی کشش تھی کہ جس کے جذبۂ بے اختیار نے اونکو کھینچ کر سڑک پر لا کھڑا کیا۔ سوائے اس کے کہ اعلیٰ مقام والد ماجد قبلہ کے لئے مسلمہ طور پر ایک خرق عادت چیز تھی۔ دوسرے کرامت یہ دیکھنے میں آئی کہ میت کے ہمراہ راقم الحروف کے دو بڑے بھائی صاحبان حکیم عبدالحی صاحب و عبدالقادر صاحب انصاری تھے ان لوگوں کا بیان ہے کہ جس وقت سنہ ۱۳۵۷ھ میں حضرت قطب وقت والد ماجد قبلہ سفر حج کے لئے تشریف لے جانے والے تھے تو رخصتی کے لئے انہی دو برادران کے ہمراہ دہلی سے گنگوہ شریف موٹر لاری کے ذریعہ جب مزار شیخ پر حاضر ہوئے تو مزار شریف سے پندرہ قدم کے فاصلہ پر اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے شمال میں ایک درخت کے نیچے بے اختیار بیٹھ گئے۔ بھائی صاحبان نے عرض کیا کہ مزار شریف ابھی پندرہ قدم کے فاصلہ پر ہے وہاں تشریف لے چلئے۔ سکوت فرمایا۔ اور اوراد میں مشغول ہو گئے۔ دوبارہ عرض کرنے پر ارشاد ہوا۔ تم لوگ

اس میں دخل مت دو مجھے اسی جگہ رہنا ہے۔ وہ لوگ ساکت ہوگئے۔
اب جو میت وہاں پہنچی تو ایسی عجیب محیر العقول کرامت ہمیں دیکھنے میں آئی جو بڑے روشن ولیل جانے والی شخصیت کے علو المرتبت روحانی کی تھی۔ یعنی جس جگہ والد ماجد قبلہ رحمہ مرخص سفر حج کے موقع پر تین غسل قبل بیٹھ گئے تھے۔ اور ارشاد ہوا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہنا ہے۔ ٹھیک اوسی مقام پر اوسی درخت کے نیچے اُنکی آخر آرام گاہ اور لحد بنائی گئی ہے۔
برد اللہ مضجعہ واعلی اللہ مقامہ۔"

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اون کے جیسا مجاہدہ عظیمہ اور باوجود کمزوری وضعفی وامتداد عمری اون کے اوقات کی معموری اون کی کمال عبادت گزاری اس زمانہ میں عدیم المثال ہے اپنے کمالات روحانی کا حد درجہ اہتمام سے وہ اخفاء فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی اس طرف اشارہ بھی کرتا تو یہ فرما کر ٹال دیتے کہ بھئی میں تو ایک سید یا مولوی آدمی ہوں امور باطنی سے مجھے آگاہی نام نہیں ہے گروہ مشائخین سے ایسی باتیں دریافت کرو۔ حالانکہ علم تصوف میں انکے تبحر علمی کا یہ حال تھا کہ فصوص الحکم فتوحات مکیہ مثنوی شریف وغیرہ اپنے فارغ التحصیل تلامذہ کسی زمانہ میں سبقاً پڑھایا کرتے تھے۔ اور ایسے۔ ایسے رموز اور نکات اپنے شرح صدر کے باعث وہ اہل لوگوں سے بیان کرتے تھے جو کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔ انکی ایک خاص کرامت جو بے حد بے شمار مرتبہ مشاہدہ میں آچکی ہے اور جس کے مخفی رکھنے کی وہ شدید تاکید فرماتے تھے۔ یہ تھی کہ خلاف عادت دموسم جبکہ ذرہ برابر کوئی

توقع بارش کی نہیں ہوتی تھی وہ زیر سما بیٹھ کر سورۂ مبارک انعام تلاوت فرماتے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سخت تند و تیز ہوا چلنے لگتی تھی اور چند لحظہ بعد ابر و تیرہ تار گھیر آتا اور زور و شور سے بارش ہونے لگتی۔ وہ فرماتے تھے کہ میرے اکابر نے اس عمل کی مجھے خاص طور پر اجازت دی تھی۔ اور اس کا اثر صرف یہی نہیں ہے کہ خلاف توقع اور موسم باران رحمت برسنے لگے۔ بلکہ اس کے اور بھی غیر معمولی اثرات ہیں جو قابل بیان واظہار نہیں ہیں۔ الاستقامت فوق الکرامت اون کے اور عادات حمیدہ میں سے صرف اونکی یہ استقامت کس درجہ موجب ستائش ہے کہ ساٹھ۔ ستر سال کی مدت مدید میں وہ بجز شاذ حالات کے کبھی پلنگ یا بستر پر باوضو نہیں سوئے انکا بستر اونکی وہی جانماز ہوتی تھی جس پر وہ نماز پنجگانہ اور تہجد و نفل ادا فرماتے تھے۔ بجائے پلنگ کے وہ ہمیشہ تخت پر استراحت کرتے تھے اور تخت ہی پر اپنا آخری تہجد ادا کی اور اوسی تخت پر وہ سلطان تخت ذو العرش المجید کے حضور میں حاضر ہونے راہ گزر عالم بقا و دائمی ہو کر علی الآرائک متکئون۔ کے گروہ قدسی و فردوسی میں جا شامل ہوئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونکو جو والہانہ عشق صادق تھا۔ اسکی صرف ایک مثال یہاں بیان کرنا کافی و وافی ہوگا عشق نام ہی ہے سراسر ایثار و ہمہ تن فداکاری کا تقریباً بیس سال قبل جبکہ والد ماجد قبلہ پونہ میں مقیم تھے ایک ماہر چشم ڈاکٹر نے انکی آنکھ کا معائنہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ چونکہ بالخصوص آنکھ پر چونکہ پردہ

آگیا ہے اور اندر آنکھ صحیح سالم ہے اور بینائی قائم ہے اس لئے اگر آپریشن کر کے پردہ نکال دیا جائے تو آنکھ کام کرنے لگے گی۔ اس رائے کی بناء پر ایک دن عصر کے وقت انکی آنکھ کا کامیاب آپریشن کر دیا گیا پردہ ہٹتے ہی اُنکی بینائی کام کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ اونہوں نے آپریشن کرنے والے ڈاکٹر کی شکل تک دیکھ لی۔ ڈاکٹر نے فوراً پٹی باندھ دی اور ہدایت کی کہ نقل و حرکت نہ کرنے دیا جائے۔ اور چت لٹا رکھا جائے عشاء کی نماز کے وقت حضرت والد ماجد قبلہ نے کچھ بے چینی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ دریافت سے فرمایا کہ میں بیٹھ کر وضو کرتا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ ڈاکٹر نے اٹھنے، بیٹھنے اور نقل و حرکت کرنے کی سخت ممانعت کر دی ہے آپ بیٹھ کر کیسے وضو فرمائیں گے تیمم کر کے نماز ادا فرمائیے۔ یہ سن کر خفا ہو گئے۔ ارشاد ہوا کہ تم لوگوں کو صرف یہ اندیشہ ہو گا کہ نقل و حرکت کرنے سے بینائی پھر زایل ہو جائیگی۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کہ میں کبھی بے وضو نہیں سویا ہوں۔ اسلئے کہ مجھے اکثر خواب میں سرکار دو عالم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کرتا ہے اگر میری ہزار آنکھیں بھی ہوتیں تو میں اپنے سرکار پر سے تصدق کر دیتا مجھے آنکھ اور اوسکی بینائی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں ابھی وضو کرونگا چنانچہ اونہوں نے وضو کیا اور استراحت کی۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہو کر والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ الحمد اللہ ابھی میرے سامنے شمع شب اسری کا اُجالا ہوا تھا۔ اور میرے سرکار کے رُخِ روشن کا چاند چمکا تھا میرے آقا نے ازراہِ غلام نوازی ارشاد فرمایا ہے کہ واقعی تم نے اپنی آنکھ

میرے لئے تصدق کر دی تمہاری آنکھیں میرے پاس امانت رکھی ہیں۔ تم کو ظاہری آنکھوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے آنکھ سے دیکھتے ہو تمہارے لئے تھوڑی ابتلا رہی ہونے والی ہے جس کا مجھے رنج ہے اس واقعہ کے بعد آنکھ کا زخم خراب ہو گیا اور چالیس شبانہ روز آنکھ میں انتہائی اذیت و تکلیف رہی جس سے خواب و خور حرام ہو گیا تھا۔ (۴۰) یوم کے بعد پھر خواب میں زیارت نبوی کا شرف حاصل ہوا۔ اور ارشاد ہوا کہ دور ابتلاء گزر گیا اپنی زخمی آنکھ میں مومیائی لگاؤ۔ تعمیل حکم کی گئی۔ اور مومیائی لگاتے ہی چند منٹ میں روح فرسا درد اور اذیت جس نے چالیس دن سے بے چین رکھا تھا ایسی جاتی رہی جیسے کہ کبھی ہوئی ہی نہ تھی۔ اور تین دن میں زخم مندمل ہو گیا۔ البتہ بینائی قطعی طور پر زائل ہو گئی۔ ورنہ اپریشن سے قبل رات دن روشنی اور تاریکی کی تمیز ہو سکتی تھی۔

اسی والہانہ جذبۂ بے اختیار شوق حب نبوی کا یہ ثمرہ تھا کہ حاضری مدینہ طیبہ کے وقت جبکہ پہلی بار حرم نبوی صلعم و مواجہہ اقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حال سے والد ماجد قبلہ حاضر ہوئے کہ کھبی میں داہنی جانب حضرت شیخ المشائخ مدینہ طیبہ سید حمزہ رفاعی متع اللہ المسلمین لطول قیامہٗ بازو تھامے ہوئے تھے اور بائیں جانب قدیم و حاضر دربار۔ دُر یار روح جسد الکونین مولانا مولی الثقلین مولوی عبدالباقی صاحب انصاری فرنگی محلی نے ہاتھ پکڑ رکھا تھا صلوٰۃ و سلام کے بعد جب یہ تینوں بزرگ ہستیاں واپس ہوئیں تو

مولانا عبدالباقی صاحب انصاری فرنگی محل نے والد ماجد سے فرمایا کہ حکیم صاحب میری عمر کا بڑا حصہ اسی صاحب گنبد خضرا ارواحنا فداہٗ پر پروانہ وار فدا و نثار ہوتے ہوئے مدینہ پاک میں گزر گیا ہے۔ مگر میں نے آج جو التفات خاص الخاص سرکار عالم و عالمیان کا آپکی طرف آج دیکھا ہے اور جن بے پایاں نوازشات سے میرے سرکار نے آپ کو نوازا وہ خود میرے لئے موجب غبطہ ہو رہے ہیں۔ والد ماجد قبلہ بے اختیار اشکبار ہو گئے اور کہا۔ ؎

نسبت خود بہ سگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگے کوئے تو شد بے ادبی

میں کیا اور میری بساط کیا مگر میرے سرکار کا کرم لانہایت سالہا سال سے اس غلام پر بطور خاص مبذول ہے۔ میری روح دائم انہی کے حضور میں رہتی ہے۔ آج اس نحیف اور ضعف پیری سے زار و نزار جسد کو جس پر اسی سے زیادہ سال گزر چکے بہر طور کشاں کشاں کھینچ کر اس دربار عالی میں آیا تھا۔ کہ عرض رسا ہو سکوں۔ ؎

شد بہ غلامی درت صرف جوانیم ہمہ
بہر خدا تفقد دہ پیر غلام خویش را

مگر قبل اس کے کہ زبان عرض مدعا کے لئے کھلتی کرم لامتناہی کا ایک مواج سمندر میرے جانب انداز طوفانی سے بڑھا۔ اور میں غرق ہو گیا۔ اور ایسی۔ ایسی ازراہ غلام نوازی نوازشات خاص میری جانب مبذول فرما ہوئیں کہ میرا رواں رواں رقص کناں وجد میں ہے اور میرا

بال بال روحی فداک کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔ ؎

تو جان پاکی سر بسر نے زاب و خاک اے نازنیں
واللہ ز جان ہم خوب تر روحی فداک اے نازنیں

آپ کا تجدد فن

شاید بعض حضرات یہ خیال فرمانے لگے ہونگے کہ حالات زندگی تو حضرت علامہ لقمان الملک رحمتہ اللہ علیہ بیان کئے جا رہے تھے رقم الحروف نے یہ تصوف کی راگنی کیسے چھیڑ دی جن لوگوں کو اس مذاق روحانی سے آگاہی نہ ہو ان سے معذرت خواہی یہ کہہ کر کی جاتی ہے۔

؎ اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

آپکے تجدد فن کے متعلق آگے جو بیان کیا جاتا ہے وہ بالکلیہ صداقت پر مبنی ہونے کی وجہ سے اگرچہ تلخیاں اپنے اندر بعض حضرات کے لئے پنہاں رکھتا ہوں تو کچھ استبعاد نہ ہوگا۔ بعض لکیر کے فقیر کوتاہ فہم اور تنگ نظر ہمعصر اطباء کچھ تو ہم پیشگی کی اوس عداوت سے جو ہمارے فن طب کے دن بدن قعر مذلت میں گرتے چلے جاتے جن اعانت کر رہی ہے۔ اور کچھ وسعت نظر کے فقدان سے اعتراضاً یہ کہتے ہیں کہ حضرت مجدد طب علامہ لقمان الملک شیخ الرئیس ثانی حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری رحمتہ اللہ علیہ کے ادویات کی قلیل المقداری دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو ادویات کشتہ جات ہوتے ہیں یا تو سمیات ہوتے ہونگے اسلئے کہ طب یونانی میں قلیل المقدار ادویہ موجود ہی نہیں ہیں۔ اس کے دو جوابات ہیں۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پہلے آپ یہ اعتراض اپنے مدمقابل طب مغربی یا ڈاکٹری پر کیوں نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ شاید سمیات کی

کوئی صنف اور قسم معلوم ایسی نہیں ہے۔ جو ڈاکٹری لوگ غیر متحدہ صفات
میں نہ استعمال کر رہے ہوں۔ اور کشتہ جات سے بھی خود کو عام
سیماب پارہ تک ملین جیسی معمولی ادویات کیا لوٹل وغیرہ میں پھیلا
دیتے ہیں۔ مگر ان کے خیال اور شان و شکوہ سے اطباء اس درجہ
مرعوب خائف و خاسر ہیں کہ دبی زبان سے بھی کبھی جرأت اعتراض
نہیں کرتے۔ البتہ اپنے ہمعصروں پر کدو کاوش سے جا و بے جا
حملہ آوری اور تذلیل و تضحیک یہ ہم بدنصیب اطباء کا شعار اخلاقی رہ گیا ہے
دوسرا جواب یہ ہے کہ کون ایسا طبیب ہے جس نے طب یونانی
کا نصاب باقاعدہ علمی و عملی حاصل کیا ہو۔ اور اوس کو امہات کا علم
ہو کہ مطب کی نسخہ نویسی کے معنی ادویات مفردہ یونانی سے نسخہ
مرتب کر دینا ہے۔ چنانچہ اب بھی شمالی ہندوستان صوبجات
متحدہ آگرہ و اودھ اور لکھنؤ میں خصوصاً اس قدیم طریقہ علاج یعنی
"کوفتہ بیختہ جوشاندہ نوشندہ" کا رواج موجود ہے۔ جیسے
جیسے سامان تعیش اور تنعم زیادہ ہونے لگے اور انسان کو آرام طلبی
کے باعث اس طریقہ کو درد سر سے تعبیر کرنے لگا تو اطباء نے
مرکبات معاجین۔ جوارشات وغیرہ وغیرہ کو زیادہ رواج دینا شروع کیا۔
حضرت مجدد طب علامہ لقمان الملک شیخ الرئیس ثانی حکیم
عبدالوہاب صاحب انصاری سابق افسر الاطباء سرکار عالی قدس سرہ نے اس
بات کا لحاظ فرماتے ہوئے کہ جسم انسانی میں زمانہ کے ساتھ
تغیرات ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ عہد موجودہ کی صحیح نبض شناسی

فرماکر علم طب کے شعبہ تشخیص امراض اور شعبہ علم الادویہ میں بالکلیہ
تجدد فرما دیا ہے۔ نبض کے متعلق جو امور کہ سربستہ راز اور معمہ سمجھے
جاتے تھے اونکو اپنی انقلاب انگیز معرکۃ الآرا تصنیف اسرار شریانیہ
میں اس درجہ وضاحت اور بداہت سے شائع فرما دیا ہے کہ اس
زمانہ میں کسی زبان میں نبض کے متعلق ایسے امور کسی طبیب نے نہیں
بیان کئے ہیں۔ جو لوگ کہ تعصب اور تنگ نظری اور عداوت
سے حضرت علامہ مجدد طب کی محیر العقول اور شہرہ آفاق نبض
شناسی کے متعلق طعن سے کہدیتے تھے کہ روحانی طور پر یا کسی
موکل روحانی کے ذریعہ مرضاء کے حالات معلوم ہو جاتے ہونگے۔
وہ حضرت کی جلیل القدر تصنیف اسرار شریانیہ تعصب کی عینک
اتار کر پڑھیں تو شاید حیرت سے سکتہ ہو جائیگا۔ کہ اس کتاب کو
سمجھ کر پڑھتے اور اوسکی عملی مشق کرنے کے بعد بالکل ممکن ہے
کہ پس پردہ کسی مریض کی نبض دیکھ کر اوس کا حلیہ بیان کر دیا جا سکے۔
اور سر سے پیر تک تمام امراض لاحقہ صرف نبض دیکھنے سے صحیح
طور سے معلوم ہو جائیں۔ اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ بھی ایک بہت
بڑے (آئی۔ ایم۔ ایس) پاس ڈاکٹر صاحب نے جو مایوس العلاج
ہو کر حضرت علامہ مجدد طب کے ہاتھوں سے شفایاب ہوئے ہیں
نہ صرف شائع کر دیا ہے بلکہ وہ انگریزی ترجمہ جنگ سے کچھ زمانہ
قبل لندن بھیجدیا گیا تھا تاکہ وہاں کے بڑے بڑے ڈاکٹروں
کے زیر غور آجائے۔ فرانسیسی زبان میں بھی اس کے تراجم مکمل کرکے

یورپ روانہ کئے جانے والے تھے اسلئے کہ یورپ کے قدر شناس لوگ نبض کے متعلق اس معرکۃ الآراء تصنیف کی قدر دانی حضرت علامہ مجدد طب کو "نوبل پرائز" کی پیش کشی کی شکل میں کر سکیں۔

بہر حال آپ فرماتے ہیں کہ ان نحوس اور بدبختی حقائق علمیہ میں کون ہمزاد روحانی آن گھسا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ اس آفتاب علمی کی شعاعیں تو یورپ کے دماغوں کو منور کر دیں اور ہم بدنصیب اطباء کا طبقہ بیجا تعصبات سے کام لیکر حقائق علمیہ کی درخشانی کو نہ دیکھے اور اپنی آنکھیں بند کر لے۔ جیسے کہ میں نے اوپر بیان کیا تھا۔ موجودہ زمانہ کا خاص خیال کرتے ہوئے حضرت علامہ مجدد طب نے علم الادویہ میں بھی یکسر تبدیلی فرما کر ان میں حیرت انگیز جدتیں فرمائی ہیں۔ حالات زمانہ بہت بدل چکے ہیں پہلے اسباب معیشت کی فراوانی کی وجہ سے اور سارہ سامان تعیش وبے فکری تھا ہونے سے لوگوں کے جسموں میں خون بکثرت ہوتا تھا اور قوی نہایت مضبوط ہوتے تھے۔ ایسے لوگوں کے واسطے فصد و تنقیہ اور قدح بھر بھر کے ادویات کام میں لائی جاتی تھیں اور آجکل جدوجہد حیات حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی سفید پوشی نبھانے کے لئے اس قدر محنت و کوشش کرنی پڑتی ہے کہ تمام قوی بہت جلد مضمحل ہو جاتے ہیں ہر نسل گذشتہ نسل سے کمزور تر ہوتی چلی جا رہی ہے اس واسطے حضرت علامہ مجدد طب نے اس زمانہ کی نبض شناسی فرما کر طریقہ علاج و علم الادویہ میں بے حد

بیش قیمت تغیر و تبدل فرمائے۔ اس زمانہ میں پچانوے فیصدی لوگ ضعیف القوی لطیف الطبائع پائے جاتے ہیں۔ ان کے لئے مخصوص لطیف اور موثر دواؤں کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دواؤں کا بہت کم مقدار خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہونا بھی لازمی ہے تاکہ موجودہ زمانہ کا نازک مزاج انسان رغبت سے دوا کھائے اور طبیعت اسے جلد قبول کرلے۔

پرانے لکیر کے فقیر اطباء کو یہ بھی نہیں معلوم کہ گذشتہ دور کا انسان کیا تھا۔ اور اس زمانہ کا انسان کیا ہے عموماً جتنی ادویات اطباء تیار کرتے ہیں وہ سب پرانی اور فرسودہ کتابوں کی درج شدہ مقدار کے مطابق بالعموم تیار کرلی جاتی ہیں۔ حالانکہ اب زمانہ بدل چکا ہے نئے زمانہ کے انسانوں کے لئے نئی ادویات اور نئے اوزان کی ضرورت ہے پرانی دوائیں انکو قیامت تک موافق نہیں آسکتیں۔

اب خوب سمجھ لیجئے کہ ہمارے ادویات کی قلیل المقداری کے باوجود سریع الاثر ہونیکا یہی راز ہے کہ بالکلیہ تجدد کے رنگ میں ادویات نباتیہ کے جوہر اور خلاصوں اور جواہرات کے کیمیاوی اصولوں پر تیار شدہ نمکیات سے مرکب ہوتے ہیں اور اس درجہ بلا عذر اور بے ضرر ہیں کہ بڑے بڑے والیان ملک سے لیکر تمام ہندوستان کے طبقات اعلیٰ کے مشایر اور افغانستان۔ ایران۔ عراق و عرب کے لوگ شیر خوار بچوں سے لیکر ہر سن و سال کے لوگ تقریباً نصف صدی یعنی چالیس سال سے حضرت علامہ مجدد طب کی ادویات بلا غل و غش

تناول کرکے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور کبھی کسی کو کوئی نقصان خدا کے فضل سے نہیں ہوا۔

طبائع انسانی کا خاصہ یہ ہے کہ تجدد کی ابتداء میں سخت و شدید مخالفت کی جاتی ہے اور تعمیر جدید کے راستہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں مگر صرف ایک ہی نسل کے بعد مردہ پرست لوگ جب جدید پرشکوہ رفیع الشان عمارت کو مکمل دیکھتے ہیں تو بتدریج اس میں داخل ہو کر اسی سے فائدہ اٹھانے لگتے ہیں۔ اگر اس پر بھی موٹر۔ ریل۔ ہوائی جہاز جیسے سریع السیر سواریوں کے زمانہ میں قدامت پرست حضرات بیل گاڑی اور چھکڑے کی سواریاں پسند فرماتے ہوں تو شوق سے اس میں سفر فرمائیں یا دوسرے الفاظ میں قدحے کے قدحے ادویات مرضاء کے فرو حلق کرتے رہیں۔

ہم تو حضرت لقمان الملک رحمۃ اللہ علیہ کے تجدد علم الادویہ سے کام لیکر قلیل المقدار اور کثیر النفع ادویات ہی انشاء اللہ تعالیٰ استعمال کراتے جائیں گے۔ "مشتے نمونہ از خروارے" حضرت علامہ لقمان الملک شیخ الرئیس ثانی حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری سابق افسر الاطباء سرکار عالی کے تجدد ادویات کی ایک مثال مندرجہ ذیل نسخہ مفتت حصاۃ مثانہ ہے۔ جو باوجود قلیل المقداری کے کمال سریع الاثر ہے۔ جی تو ہرگز نہیں چاہتا کہ ایسے حضرت کے نسخے کنز مخفی کو عام کر دیا جائے مگر افادہ ناظرین کی نیت سے اس کو شائع کیا جاتا ہے اور دوسرے اگر کوتاہ فہم ہم پیشہ معترضین اس اپنی عینک کو تھوڑی دیر کے لئے اتار دیں جن کیلئے

کہا گیا ہے کہ "ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبست" تو انکو حقیقت نفس الامری بالکل پرافگندہ نقاب نظر آ جائیگی۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ بموجب آیۃ شریف "اِنّ بعض الظن اثم" تحقیق بعض بدگمانی گناہ ہے اپنے گناہ بدگمانی سے توبہ کر لیں کہ جس بزرگ مسیحی علامہ لقمان الملک شیخ الرئیس ثانی حکیم عبدالوہاب صاحب انصاری کو حکیم اجمل خاں اعظم جن کے بڑے بھائی حکیم واصل خاں صاحب حضرت علامہ کے شاگرد تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ امام فن طب ہیں انہی کو وہ مورد طعن و تشنیع و ہدف تہمت بناتے رہتے ہیں۔

اس نسخہ کے لئے صرف اتنا یہ شہادت وجدانی کہنا کافی وزنی ہے۔ اور مزید قیل و قال لاحاصل و بے ضرورت ہے۔ کہ سر محمد اقبال صاحب مرحوم کی گردے کی پتھری جس کو بڑے بڑے ڈاکٹروں نے ناقابل اپریشن و مایوس العلاج قرار دیا تھا اس دوا کو روح الذہب کا محمل بنا کر دینے سے (۲۴) گھنٹے میں ریزہ ریزہ بنکر نکل گئی۔

نسخہ یہ ہے

خار واژگون، اڑوسہ، کثائی خورد، تجل، بسکھپرا، اجوین دیسی، مکد بالسویہ۔

تمام اجزاء کا معلومہ کیمیاوی طور پر بذریعہ تحریق و تقطیر نمک نکال لیں۔ ایک برنج نمک شربت بزوری بارد میں ہمراہ شیر استعمال کرانے سے حصاۃ مثانہ ریزہ ریزہ ہو کر نکل جاتی ہے۔ اب ذی علم و فہم ناظرین خود غور فرمائیں کہ باوجود کمال قلیل المقداری کے

اس دوا میں کونسا کشتہ یا معدنی سمی چیز شامل ہے ایسے قلیل المقدار اور سریع التاثیر بے ضرر نسخوں کی ایک مکمل قرابادین جو فلسکیپ سائز کے بیس ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے حضرت نے سات سال میں مدون فرمایا تھا۔ جو اگر کبھی شائع ہو سکی تو فن جلیل طب میں ایک زبردست اضافہ اور اس فن کے احیاء اور بالکلیہ تجدد کا موجب ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مجدد طب علامہ لقمان الملک حضرت والد ماجد قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد اُن کے کارنامۂ علمی و فنی قرابادین انصاری کو جامۂ اشاعت پہنا سکنے کی سعی ممکنہ یہ ہم پسماندوں کا فرض علمی و فنی ہے اور دوسرا اہم الاہم فرض اور انکی زندگی کے مشن اور نصب العین کو پایۂ تمام پہونچانے کی جدو جہد مدینہ طیبہ میں تاسیس جامعہ طبیہ انصاریہ اور اوس کی اجرائی ہے یہ فریضہ نہ صرف ہم لوگوں کے لیے انفرادی ہے بلکہ ملت اسلامیہ ہند کو اجتماعی طور پر اس خدمت حرمین شریفین میں ہر طرح حصہ لینے کی ضرورت ہے۔

وما علینا الا البلاغ

خادم خلق اللہ

حکیم محمد عبد الغنی انصاری خسرو شاہ نظامی مہتمم دواخانہ سرکار عالی و طبیب شاہی محلات مبارک

اولاد

آپکے چار صاحبزادے اور تین دختران ہیں۔ خلف اکبر اور آپکے جانشین حکیم محمد عبد الحی صاحب انصاری عرصہ دراز سے دہلی میں مقیم ہیں۔ آپ اکثر والیان ریاست، مہاراجہ بیکانیر، مہاراجہ موربی، وغیرہ کے معالج خصوصی رہ چکے ہیں۔ اور علاوہ طب یونانی کے فن ڈاکٹری میں بھی کافی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ دوسرے یعنی منجھلے صاحبزادے حکیم عبد القادر صاحب انصاری لاہور میں مطب کرتے ہیں۔ آپ بھی بہت سے مہر برآوردہ والیانِ ملک مثل مہاراجہ پٹیالہ، مہاراجہ ٹیکم گڑھ وغیرہ کے طبیب شاہی رہ چکے ہیں سفر حجاز میں آپ والد ماجد قبلہ کے ہمراہ تھے۔ اور مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام میں آپنے شبانہ روز مرضاء کی خدمت حکمنہ مطب اور تقسیم ادویات کی صورت میں کی۔ رقم الحروف حکیم محمد عبد الغنی انصاری المعروف بہ خسرو شاہ نظامی تیسرا لڑکا ہے۔ بعد تکمیل نصاب مولوی کامل و فن طب سات سال تک حضرت والد ماجد قبلہ کے ہمراہ تجربۂ عملی حاصل کیا۔ مہاراجہ نابھ اسٹیٹ، مہاراجہ بجاور وغیرہ کا طبیب شاہی رہ چکا ہے تقریباً چودہ سال سے اپنے وطن مولود و منشاء حیدرآباد دکن میں شفاء خانہ خادم الغرباء کے نام سے دواخانہ قایم کر کے خدمت خلق کر رہا ہے۔ بطور تفاخر نہیں۔ بلکہ بطور تحدیث بالنعمت

لکھا جاتا ہے۔ کہ مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد آنجہانی نے تنظیم جدید میں فقیر کو
مناسب جگہ دیا جانیکے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریک کی تھی۔ "حیدرآباد میں
جس قدر اطباء موجود ہیں اگر حکیم خسرو شاہ نظامی کو اُن سب سے زیادہ سر آوردہ کہا جائے
تو بے جا نہ ہوگا۔ اپنے والد کی صحبت میں جیسی تربیت پائے اُنکے کارنامے اسکی شہادت
دیتے ہیں"۔ ۱۳۵۶ھ میں حضرت ظل اللہ جہاں پناہ سلطان العلوم والحکمت نے اپنی مرحمت
شاہانہ سے ایک گزیٹیڈ عہدہ پرسنل مددگاری افسر الاطباء پر فائز فرمایا اور اب
ایک سرکاری شاہی دواخانہ کاچی گوڑہ کا مہتمم ہوں اور کمال عطوفاتِ خسروانہ سے
بندگانِ اقدس و اعلیٰ نے حویلی قدیم مبارک اور متعلقات دیوڑھی شاہانہ کے معالج
ہونیکا افتخار عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ دیرگاہ سایہ ہمایایہ ظل اللہی کو جمیع مسلمانانِ عالم
کے سر پر قایم و دایم رکھے آمین۔ چوتھے صاحبزادے محمد عبد السلام انصاری
بی ایس سی علیگ ہیں۔ جو نظام اسٹیٹ ریلوے میں ایک عہدہ پر کارگذار ہیں۔
بڑی صاحبزادی کمال النساء بیگم سمیع اللہ شاہ صاحب ناظم آبرسانی اضلاع سے
منسوب ہیں۔ منجلی صاحبزادی نواب اصغر یار جنگ بہادر کے صاحبزادے محمد احمد
انصاری بی۔ سی۔ یل بیرسٹر سے بیاہ ہی گئی ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی چچازاد بھائی
عبد الفتح انصاری کے عقد میں ہیں۔